وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ (الحج)

اور اللہ کی راہ میں جہاد (انتہائی کوشش) کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے

کتاب الجہاد

اسلامی جہاد

حقیقت، فلسفہ اور مقاصد

از قلم سید محمد سعید الحسن شاہ عفی عنہ

ناشر

نور الہدیٰ فاؤنڈیشن

گلشن سعید شیخوپورہ روڈ مانانوالہ فیصل آباد

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب..................(کتاب الجہاد) اسلامی جہاد حقیقت، فلسفہ اور مقاصد

مصنف.................................. سید محمد سعید الحسن شاہ عفی عنہ

کمپوزنگ..............................ایم خالد اقبال

ٹائٹل ڈیزائن..............................کلیم دفتر کتابت فیصل آباد

ایڈیشن..............................بار اوّل

سن اشاعت............................ 2009ء

تعداد............................ 1100

مطبع............................ حزب الاسلام پرنٹر

ہدیہ..................................

شعبہ تحقیق و تصنیف

ناشر..نور الہدیٰ فاونڈیشن

ملنے کے پتے

مرکزی دفتر: نور الہدیٰ فاونڈیشن گلشنِ سعید مانانوالہ فیصل آباد

الحسن بک سنٹر رسول پلازہ امین پور بازار فیصل آباد

مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز 11 گنج بخش روڈ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
1	جہاد ''تقاضا فطرت''	5
2	جہاد کا مفہوم	6
3	جہاد کی اقسام	6
4	جہاد بالسیف و مقاصد	8
5	جہاد کا وسیع معنی	9
6	اسلامی جہاد کا فلسفہ	12
7	اسلام دفاعی مذہب کی حقیقت	13
8	اسلام امن پسند مذہب	15
9	سابقہ مذاہب اور جہاد	17
10	حاملین توراۃ کے ساتھ حسن سلوک	20
11	منہ بولتے حقائق	23
12	جنگ شاہاں اور جنگ مومن میں مقاصد کا تعین	25
13	سپہ سالاروں اور سپاہیوں کو نصیحت	27
14	کیا اسلام تلوار سے پھیلا؟	29
15	ثمامہ بن اثال کا قبول اسلام	31
16	غیر مسلم رعایا اور مفتوحہ اقوام سے صحابہ رضی اللہ عنہ کا سلوک	32
17	مذہبی آزادی کی شاندار مثال	33
18	اعتراف حقیقت آنسوؤں کی شکل میں	34
19	غیر مسلموں کی مذہبی آزادی کے معاملات	35

20	اہل ماہین کے لئے معاہدہ	36
21	اہل آذربائجان کے لئے معاہدہ	37
22	اہل موقان اور قوس کے ساتھ معاہدہ	37
23	بیت المقدس کا معاہدہ	38
24	مسلم وغیر مسلم میں برابری کا سلوک	40
25	تحفظ عزت نفس	42
26	باغیوں سے سلوک	43
27	جنگ، ایک معاشرتی حقیقت	44
28	سقوط غرناطہ	46
29	ظلم کی آندھی	50
30	علم سرمایہ نذر آتش	51
31	مسلمان نذر آتش	53
32	خون کی ہولی	53
33	کل اور آج	54
34	خودکش حملے اور جہاد	55
35	غیر مسلم ذمی کا قتل	57
36	قتل کی ترغیب دینے والے	57
37	خودکشی کا انجام	58
38	قول فیصل	59
39	غیر مسلم دانشوروں کے اقوال	60
40	منہ بولتے حقائق	63

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

جہاد ’’تقاضہ فطرت‘‘

اسلام دین فطرت ہے۔ بھوک لگے تو خوراک کی تلاش، پیاس لگنے پر پانی کی جستجو، سورج کی گرمی ستائے تو سایہ ڈھونڈنا، آفت سماوی وارضی سے بچنے کے لیے اپنا گھر، گھونسلہ، بل وغیرہ بنانا، جان کے دشمن سے خود کو بچانا، بصورت دیگر اسکا مقابلہ کر کے اسے شکست دینے کی کوشش کرنا یہ سارے امور فطرت میں سے ہیں۔ انسان تو انسان رہے درند، پرند، چرند، بلکہ سارے ہی ذی روح ان کو اپنانے کی مقدور بھر جدوجہد کرتے ہیں۔ اس کا انکار کرنا بیوقوفی، جہالت اور فطرت کا انکار کرنا ہے۔ جو کسی بھی عقل مند سے ممکن نہیں۔ بعض مقاصد میں آسانی سے کامیابی حاصل ہو جاتی ہے انہیں ’’سہل الحصول‘‘ کہتے ہیں۔ بعض میں سخت محنت اور جدوجہد کرنا پڑتی ہے مثلاً عام حالات میں ہم آسانی کے ساتھ سانس لیتے ہیں اس کے لیے کوئی جدوجہد یعنی جہاد نہیں کرنا پڑتا، لیکن اگر کوئی ہماری ناک اور مونہہ پر ہاتھ رکھ دے، سانس روک دے یا گلا دبا دے تو اب اپنی سانس بحال کرنے کے لیے جو کوشش کی جائے گی اصطلاح میں اسے ’’جدوجہد یا جہاد‘‘ کہا جائے گا۔ کیونکہ عربی میں جہد کا معنی کوشش اور جہاد کا معنی سعی بلیغ یعنی بہت کوشش کرنا ہے۔

نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کفار نے اسلام دشمنی اور عناد کی وجہ سے اور نام نہاد دانشوروں نے ان کے دیکھا دیکھی ’’جہاد‘‘ کی مخالفت کرنا شروع کر دی۔ انہوں نے الیکٹرانک میڈیا پر لیکچر، مباحثے، تقاریر، پرنٹ میڈیا میں مضامین و بیانات کے ذریعے ’’جہاد‘‘ کو نشانہ بناتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ جہاد کا معنی لڑائی

کرنا اور قتال و جدال ہے حالانکہ ایسا سمجھنا اور اس قسم کی تشریح کرنا نہ صرف بیوقوفی اور جہالت ہے بلکہ ایک نہایت عظیم الشان اور مقدس حکم کو بالکل محدود کر دینا ہے۔

"جہاد کا مفہوم" جہاد ایک نہایت ہی وسیع المفہوم لفظ ہے اسلام میں اس کی حیثیت ایک فرض کی ہے بلکہ بعض اوقات کفر اور ایمان کے درمیان فیصلہ کرنے والی قوت جہاد ہی ہوتی ہے۔ جس کی مثال یوں سمجھی جاسکتی ہے کہ علاج معالجہ (Treatment) ایک اصطلاح ہے جس کا مقصد ایک مریض کو صحت وتندرستی سے ہمکنار کرنا ہوتا ہے۔ مثلاً کسی شخص کے ہاتھ پر پھوڑا یا زخم ہو تو اس کا علاج حسب ضرورت دوائی لگا کر پٹی باندھ کر یا دوائی کھلا کر کیا جاتا ہے، کبھی انجکشن بھی لگانا پڑتا ہے اگر آرام نہ آئے پھوڑے یا زخم میں گندا مواد جمع ہو جائے تو سرجن اس پر چھوٹا سا چیرا (شگاف) دے دیتا ہے لیکن اگر خدانخواستہ زخم از حد خراب ہو جائے اور پورے بازو یا جسم کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو ہاتھ کو کاٹ کر پورے بازو یا بدن کو بچا لیا جاتا ہے۔ گویا متاثرہ ہاتھ کا کاٹنا، علاج ومعالجہ کا آخری درجہ ہے۔ لیکن اسے ہی علاج سمجھ لینا یا اس کو بالکل ہی نظر انداز کر دینا یہ دونوں باتیں بے وقوفی اور خلافِ فطرتِ انسانی ہیں۔ یعنی یہ بھی نہ ہوگا کہ کسی کے ہاتھ میں درد ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دو، پاؤں پر چوٹ آ گئی تو کلہاڑی مار کر پاؤں ہی جدا کر دو، جس کے سر میں درد ہو اس کی گردن ہی جدا کر دو، اور نہ ہی یوں ہوگا کہ جان جاتی ہے تو جائے مگر گلے سڑے ہاتھ کو نہ کاٹنا، بالکل اسی سرجری کی طرح سمجھ لیجئے کہ قتال یعنی لڑائی جہاد کی آخری قسم ہے نہ کہ جہاد کا معنی ہی قتال ہے جیسا کہ لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔

جہاد کی اقسام قرآن وسنت کی اصطلاح میں جہاد اس کمال درجہ کی کوشش (سعی بلیغ) کو کہا جاتا ہے کہ جو اپنے ذاتی اغراض ومقاصد سے ہٹ کر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ

اوراس کے رسول ﷺ کی رضا کے لیے کی جائے اور یہ سعی (کوشش) جس انداز سے کی جائے گی اسی قسم کا جہاد ہوگا۔ مثلاً (۱) جہاد بالقلم (۲) جہاد باللسان (۳) جہاد بالنفس (۴) جہاد بالمال (۵) جہاد بالصبر۔ (۶) جہاد بالسیف۔

(۱) **جہاد بالقلم** اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت یا مظلوموں وغیرہ یعنی سچائی کے حق میں کچھ تحریر کرنا جہاد بالقلم کہلاتا ہے۔

(۲) **جہاد باللسان:** اپنی زبان سے کلمۂ حق کہنا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔

اَفۡضَلُ الۡجِهَادِ مَنۡ قَالَ کَلِمَةُ الۡحَقِّ عِنۡد سُلۡطَانِ الۡجَابَرَ۔

(ابوداؤد:۴۳۴۴، ترمذی:۲۱۷۴، ابن ماجہ:۴۰۱۱، مسند احمد جلد:۳، ص:۱۹)

''یعنی بہترین جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے۔''

(۳) **جہاد بالنفس** اپنی خواہشات نفسانیہ اور خیالات باطلہ کا مقابلہ کرتے ہوئے خود کو گناہ سے بچالینا جیسا کہ مشہور حدیث ہے:

اَلۡمُجَاهِدُ مَنۡ جَاهَدَ نَفۡسَهٗ فِیۡ طَاعَةِ اللّٰہ۔ (بیہقی:۱۱۲۲، مشکوۃ:۳۴)

''یعنی مجاہد وہ ہے کہ جس نے اپنی جان کو مشقت میں ڈالا اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کیلئے۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنگ سے واپس لوٹتے ہوئے فرمایا: **رَجَعۡنَا مِنۡ جِهَادِ الۡاَصۡغَرِ اِلَی الۡجِهَادِ الۡاَکۡبَر** ''ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے ہیں۔'' یعنی پہلے تو کافروں کے خلاف جہاد اور اب اپنے نفس کے خلاف جہاد ہے۔

(۴) **جہاد بالمال** اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **وَجَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ** (الانفال:۸:۷۲) جہاد کرو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے

ساتھ) یعنی کفار کے غلبہ کو توڑنے اور اشاعت اسلام میں مال خرچ کرنا۔

(۵) جہاد بالصبر سورۃ الفرقان باالاتفاق مکی ہے اس کے نزول کا وہ زمانہ ہے جب کفار مکّہ اہل ایمان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑتے تھے، بے بس اہل ایمان کو دہکتے ہوئے کوئلوں پر لٹا کر سینے پر پتھر رکھ دینا، گائے کی کھال میں لپیٹ کر دھوپ میں ڈال دینا، کڑاکے کی دھوپ میں گرم ریت پر لٹا کر سینے پر پتھر رکھ دینا، لوہا گرم کرکے جسم کو داغنے جیسے ظلم عام تھے، خود رسول رحمت ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے، راہ چلتے ان پر کوڑا کرکٹ اور پتھر پھینکے جاتے، حالت سجدہ میں اونٹ کی اوجھڑی پشت انور پر رکھ دی گئی اس قدر شدید حالات کے باوجود کسی مسلمان کو کفار سے بدلہ لینے کی اجازت نہ تھی بلکہ آپ ﷺ صحابہ سے فرماتے: صبر کرو! پہلے زمانوں میں اہل ایمان کے گوشت کو لوہے کی کنگھیوں سے چیرا جاتا تھا مگر وہ صبر کرتے تھے۔ حضرت عمار کے والدین کو نہایت بے دردی کے ساتھ شہید کردیا گیا مگر ہر حال میں صبر کا حکم تھا اسی صبر و استقامت کا دامن تھامنے کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفرقان میں فرمایا: **فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا** "کافروں کا کہنا نہ مانیئے اور اس قرآن کے ذریعہ سے ان کے ساتھ بڑا جہاد کیجئے۔" (25/52) دیکھئے یہاں مسلمانوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ کفار کے کہنے میں آکر یا ان سزاؤں سے ڈر کر حق کا دامن چھوڑ کر بت پرستی میں مبتلا نہ ہوجانا بلکہ صبر و استقامت کے کوہ گراں بن کر حکم الٰہیہ (قرآن کریم) پر عامل رہنا اور تمہارا یہ عمل "جہاد کبیر" یعنی بہت بڑا جہاد ہوگا۔

جہاد کا وسیع معنی سورۃ التوبہ میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے **يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ** (9/73) "اے نبی ﷺ کافروں اور منافقوں کے ساتھ

جہاد کیجیے اور ان پر سختی کیجیے"   تاریخ گواہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک منافق کو بھی جرم نفاق میں قتل نہیں کروایا۔ رئیس المنافقین یعنی سب سے بڑا اور اعلانیہ مشہور منافق عبداللہ بن ابی تھا۔ خود اُس کا بیٹا اُسے قتل کرنا چاہتا تھا مگر رسول رحمت ﷺ نے اس کی اجازت نہ دی حالانکہ اُس کی شرارتوں اور گستاخیوں کے سبب ہر اعتبار سے اُس کا قتل جائز تھا۔ تو پھر سوچئے یہاں منافقوں سے کس قسم کے جہاد کا حکم ہے۔ لامحالہ تسلیم کرنا ہوگا کہ ان کو صراطِ مستقیم پر لانے کی جہد مسلسل کا نام جہاد ہوگا۔

ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا **هَلْ عَلَى النِّسَآءِ جِهَاد؟** کیا عورتوں پر بھی حکم جہاد ہے؟ فرمایا **نَعَمْ عَلَيْهِنَّ جِهَاد لاَ قِتَالٌ فِيْهِ "اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَة "** ہاں اُن پر بھی جہاد ہے لیکن اس میں لڑائی نہیں ہے اور حج اور عمرہ ہے۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث **1290**)

دوسری روایت میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **"اَلْحَجُّ جِهَادُ كُلِّ ضَعِيْف"** " حج ہر کمزور وضعیف کیلئے جہاد ہے۔

(ابن ماجہ رقم الحدیث **2902**)

اللہ تبارک وتعالیٰ حج کی پابندیوں کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

فَلاَ رَفَثَ وَلاَ فُسُوْقَ وَلاَ جِدَالَ فِى الْحَجِّ (2/197) یعنی دوران حج قتال تو ایک طرف رہا معمولی جھگڑے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ اگر لڑائی جھگڑے، بحث و تمحیص کو سرے سے نکال بھی دیا جائے تب بھی حقیقت جہاد باقی رہتی ہے۔

جہاد بالسیف و مقاصد تلوار یعنی ہتھیاروں کے ساتھ جہاد کرنا، بقائے نسل انسانی اور قیام امن کیلئے یہ جہاد اس قدر ضروری ہے جس قدر زندگی کے لئے آکسیجن اور خوراک۔

اس کا مقصد ظالموں کے ظلم سے مظلوموں کی حفاظت کرنا اور قیام امن کی بھر پور کوشش کرنا ہے جس طرح سرجری میں عضو ماؤف کو کاٹ کر پورے جسم کو بچالیا جاتا ہے اسی طرح اس جہاد میں صرف اور صرف شر پسند جنگجوؤں کو قتل کیا جاتا ہے۔ اس میں کسی ہتھیار پھینکنے والے کو، کسی عام شہری کو، کسی مذہبی لیڈر کو، کسی بھی عبادت گاہ میں مصروفِ عبادت کو، کسی بوڑھے، بچے، عورت یا اپاہج کو الغرض کسی بھی امن پسند بے ضرر کو قتل کرنا حرام ہے۔ کیونکہ جہاد بالسیف کا تو مقصد ہی ایسے لوگوں کی حفاظت اور قیامِ امن ہے اور ہر طرح کی عبادت گاہوں کا تقدس باقی رکھنے کیلئے ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں جہاد بالسیف کے مقاصد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

1. **وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْن.(2/190)**

”اور اللہ کی راہ میں اُن لوگوں سے لڑائی کرو جو تم سے لڑتے ہیں (اور خبردار) حد سے آگے نہ بڑھنا کہ اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ (البقرہ)“

2. **وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ یَكُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْن.(2/193)**

”اور اُن (فتنہ پروروں) سے لڑائی کرو یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے اور دین اللہ تعالیٰ کے لئے ہو جائے پھر اگر وہ باز آجائیں (یعنی فتنہ اور لڑائی سے رُک جائیں) تو تم ہرگز زیادتی نہ کرنا۔ سزا صرف ظالموں کیلئے ہے۔ (البقرہ)“

3. **فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْن.(2/194)**

''پھر اگر (کوئی ظالم) تم پر زیادتی کرے تو تم اُسے صرف اتنی سزا دو جتنی اُس نے تم پر زیادتی کی ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اچھی طرح جان لو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔''

فائدہ: اسلام کی عظمت ملاحظہ ہو کہ ظالم کو صرف اور صرف اسی قدر سزا کی اجازت دی جس قدر اُس نے ظلم کیا ہے۔ اس سزا دینے میں بھی حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ کہیں تم سے زیادتی نہ ہو جائے۔ یہاں اُن دہشت گردوں کی طرح حکم نہیں دیا گیا کہ اگر کسی بستی سے گولی چلے تو پوری بستی کو نذر آتش کر دو۔ اگر ایک شخص جرم کرے تو پورا قبیلہ ہی برباد کر کے رکھ دو۔ چند لوگوں کی وجہ سے پورے ملک پر آتش و بارود کی بارش کر دو۔ بلکہ حکم دیا کہ صرف اُسی ظالم کو سزا دو کہ جو ظلم کا مرتکب ہوا اور اُسے بھی سزا دینے میں احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔ یہ ہے اسلامی جہاد۔

4. **اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ o الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا (الحج: ۴۰،۳۹)**

''لڑائی کرنیکی اجازت اُن کو دی گئی ہے جن سے (کافر) لڑائی کرتے ہیں اس لئے کہ ان (مسلمانوں) پر ظلم ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی امداد فرمانے پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کو بلا وجہ ان کے گھروں سے نکالا گیا۔ صرف اس قصور کی بنا پر کہ یہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے ذریعے بعض لوگوں کو دفع نہ فرماتا (یعنی اُن کے ظلم کے ہاتھ کو نہ روکتا) تو گرا دیے جاتے "صومعے" (عیسائی اور

یہودی راہبوں کی عبادت گاہیں)اور "بیع" (عیسائیوں کے گرجے) اور "صلوات" (یہودیوں کی عبادت گاہیں) اور "مساجد" (مسلمانوں کی عبادت گاہیں) کہ ان میں اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر ہوتا ہے"۔

فائدہ: سورۃ الحج کی یہ آیات مبارکہ جمہور مفسرین کے مطابق وہ پہلی آیات مبارکہ ہیں کہ جن میں کفار سے جنگ کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ان کے نزول سے پہلے کسی بھی ظالم سے قتال (لڑائی) کی اجازت نہ تھی۔ان آیات مبارکہ کے ترجمہ ومفہوم میں بار بار غور کیجئے کی قتال (لڑائی) کرنے کی اجازت کیوں دی گئی اور کن کو دی گئی نیز اس قتال کا فائدہ کیا ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

1. لڑائی کی اجازت اُن مظلوموں کو دی گئی ہے کہ جن سے کافر لڑتے ہیں اور لڑائی بھی اُن کافروں سے کی جائے گی جو لڑائی کرتے ہیں یعنی جو "حربی" ہیں لیکن جو لڑائی نہیں کرتے مثلاً ذمی، بوڑھے، بچے، عورتیں، عبادت گاہوں کے تارک الدنیا راھب، کمزور، اپاہج یا عام شہری۔الغرض کسی بے ضرر کافر کو قتل نہیں کیا جائے گا۔
2. اس لڑائی (قتال) کا مقصد امن قائم کرنا، ظالم کو ظلم سے باز رکھنا اور ہر قسم کی عبادت گاہوں خواہ وہ تارک الدنیا راہبوں کی خانقاہیں ہوں، عیسائیوں کے گرجے یا یہودیوں کے کلیسا یا مسلمانوں کی مساجد، سب کی حفاظت کرنا ہے۔

خلاصہ گفتگو اور اسلامی جہاد کا فلسفہ:

محترم قارئین کرام: ہماری اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ۔۔۔

1. اسلامی جہاد کی اہمیت وافادیت کا انکار کرنا قرآن وسنت کا انکار ہے۔
2. جہاد صرف لڑائی جھگڑے یا قتال کا نام ہی نہیں بلکہ خواہشات نفسانیہ سے

بالاتر ہو کر اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی رضا حاصل کرنے کی جو بھی کوشش کی جائے گی جہاد کہلائے گی۔

3. قتال بھی جہاد کی ایک قسم ہے جس میں صرف اور صرف اُن کافروں کو قتل کیا جاتا ہے جو شرفِ انسانیت کو پائمال کرتے ہیں، جو مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔ امن پسند اور لڑائی نہ کرنے والے بے ضرر کافروں کو ہرگز قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ ذمی کافروں کی حفاظت کیلئے مسلمان جان تک کی بازی لگا دے گا۔

4. دوران جہاد بالسیف اور اس کے بعد ہمیشہ عبادت گاہوں اور ان میں موجود عبادت گذاروں کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے گا بلکہ ان کی حفاظت کی جائے گی۔

5. جس طرح گل سڑ جانے والے عضوِ ماؤف کو کاٹ دینا پورے جسم کو بچانے کیلئے ضروری ہے۔ اسی طرح شر پسند عناصر کا قلع قمع کرنا امن عامہ کو بچانے کیلئے ضروری ہے۔ اسلام ایک نہایت ہی امن پسند مذہب ہے۔ اس کی ترویج و اشاعت کے راستہ میں جو بھی رکاوٹ آئے یا بنے اسے درست کرنا، یا بصورت دیگر راستہ سے ہٹانا ہر صاحبِ ایمان کا فرض ہے۔

6. اپنا دفاع کرنا ہر ذی روح کا حق ہے۔ مسلمان جہاد اپنے دفاع اور بقا کیلئے کرتا ہے۔

7. اسلام شرفِ انسانیت کا سب سے بڑا اور آفاقی علمبردار ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر شرفِ انسانیت کے بنیادی ارکان ہیں۔ اسلام ان کے نفاذ کا خواہاں ہے۔ اسی مقصد کے حصول کا نام جہاد ہے۔

اسلام دفاعی مذہب؟ ایک حقیقت:

☆...... یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام اگر محض ایک دفاعی مذہب ہے تو امر بالمعروف (نیکی کا حکم) اور نہی عن المنکر (برائی سے روکنا) کس طرح ممکن ہو گا کیونکہ اس میں سختی بھی

کرنا پڑے گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ............

اگر حقیقت بین نگاہوں سے دیکھا جائے تو اسلامی جہاد سراسر مدافعانہ جنگ ہے۔اس میں ذرا برابر بھی جارحیت نہیں۔بات صرف یہ سمجھنے کی ہے کہ اپنا دفاع کرنا اس چیز کا نام نہیں کہ کوئی دشمن تمہارے گھر میں گھس آئے یا تمہاری کنپٹی پہ پستول رکھ دے تو تب تم اپنے دفاع کیلئے قدم اٹھاؤ اس کا نام دفاع نہیں بے وقوفی ہے۔ بلکہ دفاع تو اس چیز کا نام ہے کہ جب تمہارے علم میں آئے کہ تمہارا دشمن تم پر حملہ آور ہونے والا ہے اور تمہاری ذراسی غفلت تمہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دے گی تو ایسی صورت میں اُس کے مقابلہ میں نکل آنا اور اس کے غرور کے سر کو توڑ دینا یا کوئی تدبیر کر کے اس کی جارحیت کے منصوبوں کو خاک میں ملا دینا یا جس دشمن سے نقصان کا اندیشہ ہو اس کے سامنے اپنی عسکری قوت کا مظاہرہ کرنا تا کہ اسے حملہ کی جرأت نہ ہو یہ سب دفاعی تدابیر ہیں۔ اس کی مثال سادہ لفظوں میں یوں بھی سمجھی جا سکتی ہے کہ اگر کوئی وبائی مرض پھیل رہا ہو تو اس کی احتیاطی و دفاعی تدابیر کیا ہونگی؟ اس جگہ نہ تو یہ ہوگا کہ ہم انتظار کریں کہ ہمارے گھر بیماری کب آتی ہے اور نہ یہ ہوگا کہ صرف اپنا آنگن صاف کر کے بیٹھ جائیں۔گلی کوچہ بازار میں گندگی کے انبار لگے رہنے دیں، گندے پانی کے جوہڑ بدستور باقی رہیں۔جو اس وباء کا شکار ہو چکے ہوں ان کو جا بجا تھوکنے اور فضلہ پھینکنے سے نہ روکا جائے، تو محض اپنے گھر کی صفائی یا ناک پر رومال رکھ لینے سے وبائی امراض سے نہیں بچا جا سکتا۔ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ دوسرے لوگوں کو بھی ترغیب دیں کہ وہ اپنے گھروں کے ساتھ ساتھ اپنے گلی کوچہ و بازار کو بھی صاف رکھیں۔ گھروں میں آنے والے صاف پانی میں گندا پانی شامل نہ ہونے دیں اور جو کوئی ایسا کرنے کی کوشش کرے اسے روک دیں خواہ زبان سے روکنا پڑے یا

بزور بازو، بہر حال فضاء کومسموم کرنے والے کوروکنا ہی تندرست لوگوں کو بیماری سے بچانا ہے۔بس یوں سمجھ لیجئے کہ لوگوں کی بھلائی کیلئے اُن کو (روحانی وجسمانی) بیماریوں سے بچنے کی ترغیب دینااور بیماری پھیلانے والے کاموں سے روک دیناہی ’’امر بالمعروف‘‘ نیکی کاحکم دینااور’’نہی عن المنکر‘‘ برائی سے روک دینا ہے۔

اسلام امن پسند مذہب آپ میثاقِ مدینہ سے لیکر خلفائے راشدین کی فتوحات تک خصوصاًاور مابعد کی اسلامی فتوحات کاعمومی جائزہ لیں تو آپ پر یہ ثابت ہوجائے گا کہ مسلمانوں نے کبھی بھی صلح کرنے والے امن پسند کافروں سے لڑائی نہیں کی بلکہ اگر کوئی شہر یا قلعہ شدید جنگ اور قربانی دینے کے بعد بھی فتح ہوا تب بھی اس شہر یا قلعہ کے امن پسند شہریوں کے ساتھ نہایت فیاضانہ سلوک کیا۔قتل تو درکنار مفتوحہ شہروں کا نہ تو ذرا برابر بھی مال لوٹااور نہ ہی ان کے باغات یا کھیتوں کو آگ لگائی۔ یہ سب اس لیے کہ اہل ایمان کے آقا حضورﷺ کا اپنے غلاموں کو یہی حکم ہےاور خود رسول رحمتﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر اپنے جانثار صحابہ میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ خبردار کسی کے گھر،دوکان، یا اسباب کو نہ لوٹنا۔(حالانکہ انہی اہل مکہ نے صحابہ کے مکانوں،ان کی جائیداداور اسباب پر قبضہ کر کے ان کو دردناک سزائیں دے کر ہجرت پر مجبور کر دیا تھا اس لئے اگر یہ لوٹ بھی لیتے تو اپنا ہی مال واپس لیتے مگر منع فرمادیا)

نیز فرمایا کسی بھاگنے والے کا تعاقب نہ کرنا،اگر کوئی حرم کعبہ میں آجائے یا اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے یا ہتھیار پھینک دے یا مقابلہ میں نہ نکلے حتیٰ کہ جو آپﷺ کے سابقہ بدترین دشمن ابوسفیان کے گھر آجائے ان سب کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔اور جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا اور یہ بڑے بڑے مجرم جنہوں نے مظلوم مسلمانوں کے خون سے

ہاتھ رنگے تھے وحشیانہ سزائیں دے دے کران کوموت سے ہمکنار کیا تھا جنہوں نے اہل ایمان کے مال اوراسباب کولوٹ لیا تھااوران کوشہر سے نکال باہر کیا تھا جن ظالموں نے ان مظلوموں کوساڑھے چارسوکلومیٹر دور مدینہ طیبہ میں بھی چین کی نیند نہ سونے دیا اوران پہ کئی ظالمانہ جنگیں مسلط کیں تھی اوران کوحرم کعبہ کی زیارت تک کی اجازت نہ دی تھی۔ یہ سارے کے سارے دہشت گرد، ظالم، قاتل، ڈاکولٹیرے جوابھی تک اپنے کفر پر بدستور قائم اور ڈٹے ہوئے تھے۔صحن کعبہ میں بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں حاضر تھے صحابہ ننگی تلواریں لیےان کوگھیرے میں لئے کھڑے تھے۔ یہ سب مجرم گردنیں جھکائے اپنے قتل کے منتظر تھے۔ان میں سے ایک نے بھی کھڑے ہوکراپنے جرم کااقرار کرکے معافی نہیں مانگی تھی گویا سب کے سب گردن زدنی کے لائق تھے لیکن رحمت عالم ﷺ نے اعلان فرمایا: **لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ فَاذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ** ۔آج تم سے تمہارے کسی بھی جرم کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا جائے گاتم سب کومعاف کردیا۔جاؤتم سب آزادہو۔ **(سبحان اللہ تعالیٰ وبحمدہ)**

دنیاوالو! ایسے عفوودرگذراوررحمت وسخاوت کی مثال آپ کوپوری کائنات(مخلوق)میں کہیں نہیں ملے گی۔گویامصطفیٰ کریم نے عملاً ثابت فرمادیا کہ اسلام،ضد،تعصب،حسد یاظلم کامذہب نہیں بلکہ نہایت نہایت رواداری،عفوودرگذراورامن عامہ کاحامل مذہب ہے۔

ارباب نظر تم کو کہیں ایسا نہ ملے گا
انسان تو مل جائیں گے مولیٰ نہ ملے گا
تاریخ اگر ڈھونڈے گی ثانیٔ محمد (ﷺ)
ثانی تو بڑی بات ہے سایہ نہ ملے گا

ذرا سا نمونہ ''مشت از خروارے'' سابقہ مذاہب بھی دیکھ لیں۔

سابقہ مذاہب اور جہاد:

بائیبل بائیبل یہود ونصاریٰ کی مذہبی کتاب ہے ان کے ہاں اس کا درجہ وہی ہے جو کہ اہل ایمان کے ہاں قرآن کریم کا ہے۔ بائیبل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو یہ حکم ہوتا ہے کہ۔

''جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اس کے نزدیک پہنچے تو پہلے اسے صلح کا پیغام دیناO اور اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے دے اور اپنے پھاٹک تیرے لئے کھول دے تو وہاں کے سارے باشندے تیرے باج گذار (یعنی ٹیکس ادا کرنے والے) بن کر تیری خدمت کریں O اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کریں اور تجھ سے لڑنا چاہیں تو اس کا محاصرہ کرناO جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضے میں دے دے تو وہاں کے ہر فرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا لیکن عورتوں اور بال بچوں اور چوپائیوں اور اس شہر کے سب مال واسباب اور لوٹ کو اپنے لئے رکھ لینا۔ اور تو اپنے دشمنوں کی اس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھ کو دی کھاناO ان سب شہروں کا یہی حال کرنا جو تجھ سے دور ہیں اور ان قوموں کے شہر نہیں ہیں O پر ان قوموں کے شہروں میں جن کو خداوند تیرا خدا میراث کے طور پر تجھے دیتا ہے کسی ذی نفس کو جیتا نہ بچا رکھنا بلکہ تو ان کو یعنی حتی اور اموری اور کنعانی اور فرزی اور حوّی اور یبوسی قوموں کے جیسا کہ خداوند تیرے خدا نے تجھ کو حکم دیا ہے بالکل نیست کر دینا۔ (استثناء باب 20، آیات 10 تا 17)

فائدہ: قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں امریکہ و یورپ کی سب سے بڑی اور معتبر مذہبی کتاب میں موسیٰ کلیم اللہ کو کیا حکم دیا جارہا ہے۔

1. اگر کوئی شہر بغیر جنگ کے فتح ہو جائے تو وہاں کے باشندے از خود اپنے شہر کے دروازے تمہارے لئے کھول دیں اور صلح کا علان کر دیں ان سب پر جزیہ ٹیکس نافذ کر دینا یہ سب تیرے غلام خادم ہوں گے۔

2. لیکن اگر وہ صلح نہ کریں بلکہ آمادۂ جنگ ہوں تو ان کا محاصرہ کر لینا پھر اگر وہ از خود مجبور ہو کر قلعہ یا شہر کا دروازہ کھول دیں یا تم جنگ کر کے قبضہ کر لو (یعنی جس طرح بھی تمہارا خدا تمہیں قبضہ دے دے) تو اس شہر کے سارے مردوں کو قتل کر ڈالنا عورتوں بچوں چوپائیوں کے ساتھ ساتھ سارے کے سارے شہر کا مال و اسباب لوٹ لینا۔ یہ سب تمہارے لئے جائز اور خدا کی دین ہے۔

3. یہ حال ان سب شہروں کا کرنا جو تجھ سے دور ہیں اور مخصوص اقوام کے شہر نہیں ہیں۔ (خواہ ان سے خطرہ ہو یا نہ ہو)

4. لیکن جو ان مخصوص اقوام مثلاً حتی، اموری، کنعانی، فرزی، حوی، اور یبوسی قوموں کے ہیں۔ ان شہروں کو تجھے میراث میں دے دیا گیا ہے۔ ان کو یوں تباہ و برباد کرنا کہ وہاں کوئی انسان تو در کنار کسی جانور تک کو زندہ نہ رہنے دینا (کسی ذی نفس یعنی سانس لینے والے کو جیتا نہ رہنے دینا) سب کو بالکل نیست و نابود کر دینا۔

بائیبل کا ایک اور حوالہ:

اور جیسا کہ خداوند نے موسیٰ کو حکم دیا تھا، اس کے مطابق انہوں نے مدیانیوں سے جنگ کی اور سب مردوں کو قتل کر دیا O اور نبی نے مدیان کی عورتوں اور ان کے بچوں کو اسیر کیا اور ان کے چوپائے اور بھیڑ بکریاں اور مال و اسباب سب کچھ لوٹ لیا O اور ان کی سکونت گاہوں کے سب شہروں کو جن میں وہ رہتے تھے اور ان کی سب چھاؤنیوں کو آگ

سے پھونک دیاO اور انہوں نے سارا مال غنیمت اور سب اسیر کیا انسان اور کیا حیوان ساتھ لئے O (موسیٰ سرداروں پر جھلا کر) ان کو کہنے لگا کیا تم نے سب عورتیں جیتیں بچا رکھیں ہیں؟O اس لئے ان بچوں میں جتنے لڑکے ہیں، ان سب کو مار ڈالو اور جتنی عورتیں مرد کا مونہہ دیکھ چکی ہیں ان کو قتل کر ڈالو O لیکن ان لڑکیوں کو جو مرد سے واقف نہیں اور اچھوتی ہیں اپنے لئے زندہ رکھو O اور جو کچھ مال غنیمت جنگی مردوں کے ہاتھ آیا ہے، اسے چھوڑ کر مال میں چھ لاکھ پچھتر ہزار بھیڑ بکریاں تھیں O اور بہتر ہزار گائے بیل O اور اکسٹھ ہزار گدھے O اور نفوس انسانی میں سے بتیس ہزار ایسی عورتیں جو مرد سے ناواقف اور اچھوتی تھیں۔ (گنتی خلاصہ آیات 7 تا 35 باب نمبر 31)

فائدہ: بائیبل مقدس عہد نامہ قدیم کے اس حوالہ سے معلوم ہوا۔

1. بنی اسرائیل نے مدیان کے شہروں پر حملہ کر کے وہاں کے سبھی مردوں کو قتل کر دیا عورتوں، بچوں، چوپائیوں سمیت سارے کے سارے شہر لوٹ لئے گئے پھر سارے شہروں کو آگ لگا کر نیست و نابود کر دیا گیا۔

2. عورتوں اور بچوں کو زندہ رکھنے پر موسیٰ کلیم اللہ ناراض ہو گئے چنانچہ آپ کے حکم پر کنواری لڑکیوں کے سوا سب عورتوں اور بچوں کو بے دردی سے ذبح کر دیا گیا۔ جبکہ کنواری لڑکیوں کو فوجیوں کی جنسی تسکین کیلئے باقی رکھ لیا گیا۔

3. ان شہروں میں غارت گری کے دوران مال غنیمت کے علاوہ جو لوٹ کا مال میسر آیا سو وہ تو آیا، جو شہر نذر آتش ہوئے وہ ہوئے جس قدر انسان قتل ہوئے اس کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ بچا رکھی جانیوالی سو فیصد کنواری (اچھوتی یعنی (UNTOUCH) لڑکیوں کی تعداد بتیس ہزار تھی پھر کس قدر مرد، خواتین، اور بچے ہوں گے جن کو ذبح کر دیا گیا ہو گا۔

محترم قارئین کرام ! مذکورہ بالا جنگ کے کمانڈر صاحب توراۃ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کوئی عام شخص نہیں موجودہ بائیبل میں ایسے بہت سے واقعات ہیں جن کو یہاں نقل کرنے سے گریز کروں گا کہ ایک تو اس کتاب کو مختصر رکھنے کا ارادہ ہے اور دوسرا یہ کہ میرا مذہب اللہ تعالیٰ کے کسی بھی نبی کی توہین کی اجازت نہیں دیتا تحریف شدہ توراۃ کے کسی حوالہ سے خدانخواستہ کسی کے دل میں کسی نبی کیلئے کوئی بدظنی نہ پیدا ہو جائے اس لئے ان ہی دو حوالوں پر اکتفا کرتے ہوئے آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ میرے رسول ﷺ کی شان کریمی بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حاملین توراۃ کے ساتھ حسن سلوک:

گزشتہ سطور میں آپ نے (دفاع کے تحت) حضور اکرم ﷺ کا اہل مکہ کے ساتھ فیاضانہ برتاؤ ملاحظہ فرما چکے ہیں ایک جھلک حاملین توراۃ یہودیوں کیساتھ سلوک کی بھی ملاحظہ ہو۔

مدینہ طیبہ کے یہودی قبائل:

مدینہ طیبہ میں یہودیوں کے تین قبائل آباد تھے۔ بنو قینقاع، بنو نضیر، بنو قریظہ۔ یہ سب کے سب مدینہ طیبہ کے عوالی یعنی اردگرد کی بستیوں میں رہا کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی مدینہ طیبہ تشریف آوری پر ان سے معاہدہ ہوا تھا جس کی رو سے ان کا فرض تھا کہ وہ مسلمانوں سے تعاون کریں۔ مدینہ طیبہ پر حملہ آور دشمن کا مقابلہ مسلمانوں سے مل کر کریں۔ مسلمانوں کے خلاف کسی اور کی مدد نہ کریں۔ وغیرہ وغیرہ۔

غزوہ بدر کے بعد یہود کے حسد وعناد میں بہت اضافہ ہو گیا انہوں نے معاہدوں کی سخت خلاف ورزیاں شروع کر دیں جب یہ لوگ حضور اکرم ﷺ کو ملتے تو اسلام علیکم کی بجائے السام علیکم یعنی تجھ پر موت آئے کہتے، حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ کو شہید کرنے کی کئ

مرتبہ سازش بھی کی۔اوس وخزرج کو آپس میں لڑانے کی ناپاک جسارت بھی کی نیز اہل مکہ سے روابط بڑھا کر مدینہ طیبہ پر حملہ کی ترغیب بھی دی۔

بنوقینقاع ان میں بنوقینقاع نے مذکورہ بالا شرارتوں کے علاوہ یہ بھی کیا کہ ایک مسلمان عورت ان کی بستی میں کوئی زیور خریدنے گئی یہودی غنڈوں نے اس بے چاری کی بے حرمتی کردی اس موقع پر موجود ایک مسلمان اس توہین کو برداشت نہ کرسکا اس نے ایک مجرم یہودی کو قتل کر دیا جواباً یہودیوں نے اس مسلمان کو شہید کر دیا اتنے بڑے واقعہ کے باوجود بھی حضور اکرم ﷺ مشتعل نہ ہوئے بلکہ صحابہ کو ساتھ لے کر ان کی بستی میں ان کو سمجھانے کیلئے گئے بجائے اس کے کہ یہودی اپنے فعل پر نادم ہوتے انہوں نے کھلم کھلا مسلمانوں کو جنگ کی دھمکی دے دی اور کہا کہ ہمیں اناڑی قریش مکہ نہ سمجھنا جن کو بدر میں مار آئے ہو ہم سے پالا پڑے گا تو پتہ چل جائے گا۔اب جنگ کے سوا چارہ نہ تھا حضور اکرم ﷺ نے نصف شوال 2 ہجری کو ان کی بستی کا محاصرہ کرلیا۔پندرہ دنوں کے بعد وہ تنگ آ گئے اور خود کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔توراۃ کے حکم کے مطابق چاہیے تو یہ تھا ان کے سب مردوں کو قتل کر دیا جاتا بچوں اور عورتوں کو قیدی بنا کر ان کی بستی کو لوٹ لیا جاتا مگر رحمت عالم ﷺ نے ایک حقیر شخص کی سفارش پر ان سب کو معاف کر دیا پھر یہ لوگ مدینہ طیبہ کی بستی چھوڑ کر خیبر، فدک، تیما بستی کی طرف چلے گئے۔

بنونضیر یہود کا یہ قبیلہ بھی اپنی خباثت میں ثانی نہیں رکھتا تھا دیگر شرارتوں کیساتھ ساتھ انہوں نے یہ بھی کیا کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو دعوت دی کہ آپ آئیں اور ہمارے علماء کیساتھ گفتگو کریں آپ ﷺ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ساتھ لیکر ان کے ہاں چلے گئے یہودیوں نے اپنے ایک ساتھی عمرو بن حجاش کو ایک مکان کی چھت پر ایک بڑا اور وزنی پتھر دے کر چڑھا دیا اور کہا کہ جب حضور اکرم

ﷺ باتوں میں مشغول ہوں تو اچانک یہ پتھر ان پر گرا کر ان کو شہید کر دینا انہوں نے پروگرام کے مطابق حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کو اس مکان کی دیوار کیساتھ کھڑا کر دیا تا کہ ایک ہی وار میں سب شہید ہو جائیں اس سے قبل وہ اپنے اس ناپاک منصوبہ کو عملی جامہ پہناتے وحیٔ الٰہی سے حضور اکرم ﷺ کو اطلاع مل گئی اور آپ وہاں سے واپس تشریف لے گئے اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا اور ان کے ارادہ بد سے مطلع فرماتے ہوئے ان کو حکم دیا کہ چونکہ نقض عہد اور غداری کی ہے اس لئے تم ہمارے شہر سے نکل جاؤ ان کے بڑے علامہ کنانہ نے ان کو سمجھایا کہ یہی آخر الزمان نبی ہیں اول تو ان پر ایمان لاؤ اگر نہیں تو ان کا شہر چھوڑ جاؤ یہود دس دن کے اندر اندر مدینہ طیبہ چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے پھر ابن ابی کے بہکانے پر انکار کر دیا اور نہایت گستاخانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے کہا جو کر سکتے ہو کر لو ہم نہیں جائیں گے مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا انہوں نے قلعہ بند ہو کر مسلمانوں پر پتھروں اور تیروں کی بارش شروع کر دی بعض تیر حضور اکرم ﷺ کے خیمے میں بھی آ کر گرے، یہود کا خیال تھا کہ بنو غطفان، منافقین اور دیگر قبائل ان کی مدد کو آئیں گے لیکن جب کوئی مدد نہ آئی تو مایوس ہو کر پندرہ دن بعد انہوں نے صلح کی پیش کش کی رحمت عالم ﷺ نے قبول فرمائی اور ہتھیاروں کے علاوہ سب کچھ لے جانے کی اجازت دیدی چنانچہ یہود اپنی چھتوں کی کڑیاں اور دیواروں کی کھونٹیاں تک ساتھ لے گئے ان کی عورتیں دف بجاتیں اچھلتی کودتیں اور گانے گاتی جارہی تھیں اور ان کے مرد مسلمانوں پر آوازیں کس رہے تھے۔ مگر ان گستاخ غداروں کی یہ حرکات بھی اہل ایمان کو مشتعل نہ کر سکیں اگر مسلمانوں کی جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید ان مونہہ پھٹ غداروں کو خاک و خون میں لتھڑ کر ان کی بستیوں کو نذرِ آتش کر دیتا۔ (ابن خلدون۔ طبری)

بنو قریظہ انہوں نے بھی عیاری کی اور غزوہ خندق کے موقع پر قریش مکہ کیساتھ مل کر مدینہ

میں مسلمان خواتین کی حویلی پر حملہ کرنے کی مذموم کوشش کی غزوۂ خندق کے بعد حضور اکرم ﷺ ان کی جانب متوجہ ہوئے تو انہوں نے آپ ﷺ کی بجائے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کروانا مناسب سمجھا آپ نے ان کی توراۃ کے مطابق فیصلہ کردیا کہ ان کے جنگجوؤں کو قتل اور باقی سب کو قید کرلیا جائے چنانچہ یہی فیصلہ نافذ کردیا گیا۔(ابن خلدون)

منہ بولتے حقائق محترم قارئین !اگر آپ ذہن وقلب پر بوجھ محسوس نہیں کر رہے تو بائیبل (توراۃ) کے مطابق حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے عمل اور رسول اللہ ﷺ کے طرز عمل کا موازنہ کر کے خود بتائیں کہ (بوئے خون کس قوم کے افسانوں سے آتی ہے)

آپ لگے ہاتھوں رسول اللہ ﷺ کے زمان برکت نشان میں ہونے والی اسلامی جنگوں اور غیر مسلموں کی صرف دو جنگوں میں مقتولین واسیران جنگ کا موازنہ ملاحظہ فرمائیں۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنی دس سالہ مدنی زندگی میں تقریبا اٹھاسی (88) مہمات ترتیب دیں ان میں سے بعض تبلیغی نوعیت کی تھیں۔بعض دشمن کی جاسوسی کیلئے۔بعض کسی خبر کی تحقیق کیلئے بعض اہل مدینہ کی حفاظت کے لئے گشتی پارٹیاں اور بعض اقتصادی نوعیت کی مہمیں تھیں الغرض حضور اکرم ﷺ نے کسی کام کی غرض سے اگر ایک دو صحابہ کو بھی مدینہ طیبہ سے باہر روانہ کیا ارباب سیر ومغازی نے ان کو بھی سرایا ومہمات میں شامل کرلیا۔ حالانکہ ان کو جنگ کہنا کسی صورت بھی درست نہیں۔البتہ قریش مکہ نے مسلمانوں پر جو جنگیں مسلط کیں مثلاً غزوہ بدر،غزوہ اُحد،غزوہ احزاب،غزوہ حنین اور یہود کی لڑائیاں مثلاً غزوہ قینقاع، بنونضیر اور بنوقریظہ ،خیبر، اہل روم کے ساتھ غزوہ تبوک اور سریہ مؤتہ وغیرہ اہم جنگی مہمیں ہیں۔ان کے علاوہ بھی بعض چھوٹے چھوٹے غزوات وسرایا ہوئے بڑے بڑے اور اہم وہی ہیں جو مذکور ہوئے۔

ان سب غزوات میں مجموعی طور پر مقتول کفار کی کل تعداد 759 تھی جبکہ کل

قیدی 6564 تھے۔ ان قیدیوں میں سے غزوہ حنین کے 6348 قیدی بغیر کسی شرط کے رہا کر دئے گئے۔ بدر کے ستر (70) قیدیوں میں جو پڑھے لکھے تھے اُن سے تعلیمی خدمات لیکر باقی کو فدیہ لے کر رہا کر دیا۔ بقیہ 145 قیدی بھی معمولی شرائط پر رہائی کے حق دار ٹھہرے۔ جبکہ ان سب غزوات میں مجموعی طور پر 259 مسلمانوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔ یہ اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ اسلامی جہاد بالسیف یعنی جنگ اندھا دھند قتل و غارت گری کا نام نہیں بلکہ شدید احتیاط کرتے ہوئے صرف اور صرف شر پسند عناصر کو قتل کرنا ہے اور وہ بھی ایسی صورت میں کہ شر پسند مقابلہ پر اُتر آئیں ورنہ نہیں۔ اگر ایسے نہ ہوتا تو مدینہ طیبہ کا ایک یہودی بھی جان بخشی کے لائق نہیں تھا۔ اس کے برعکس نوبل انعام پیش کرنے والے امن کے خودساختہ ٹھیکیداروں نے پہلی اور دوسری جنگِ عظیم میں جو گُل کھلائے اس چمنستان کو بھی ایک نظر ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی جنگِ عظیم جو چار سال جاری رہی ازاں بعد جو اعداد و شمار مرنے والوں کے شائع ہوئے وہ درج ذیل ہیں۔

روس	17 لاکھ	ترکی	2 لاکھ پچاس ہزار
جرمنی	16 لاکھ	بلجیم	1 لاکھ دو ہزار
فرانس	13 لاکھ ستر ہزار	بلغاریہ	1 لاکھ
اٹلی	4 لاکھ ساٹھ ہزار	رومانیہ	1 لاکھ
اسٹریا	8 لاکھ	سرویا مانٹینگرو	1 لاکھ
برطانیہ	7 لاکھ	امریکہ	پچاس ہزار

میزان 73 لاکھ پچاس ہزار افراد لقمہ اجل بن گئے۔

دوسری جنگِ عظیم میں بھی نام نہاد علم بردارانِ امن کی کارگردگی ملاحظہ ہو(مقتولین کی تعداد)

روس	دوکروڑ دس لاکھ 21000000		امریکہ	دس لاکھ ستر ہزار
جرمنی	ساٹھ لاکھ سے سوا کروڑ تک		برٹش امپائر	چودہ لاکھ تیس ہزار
پولینڈ	نو لاکھ		فرانس	دس لاکھ
چین	تیس لاکھ		اٹلی	گیارہ لاکھ
جاپان	ستائیس سے پچاس لاکھ		یوگوسلاویہ	سولہ لاکھ پچاسی ہزار
اسٹریا	7لاکھ		ھینگری	چھ لاکھ
رومانیہ	7لاکھ		ہالینڈ	دولاکھ پچھتر ہزار
فن لینڈ	ایک لاکھ تراسی ہزار ایک سو چھیاسٹھ		بیلجیم	ساٹھ ہزار
سلدوکیہ	تیس لاکھ پچاس ہزار		فلپائن	تیس ہزار
چیکوسلاواکیہ	ساٹھ ہزار			

ان اعداد وشمار میں قیدی یا زخمی سپاہیوں کو شامل نہیں کیا گیا کل تعداد تقریبا چار کروڑ بنتی ہے۔ان اعداد وشمار کی اشاعت کے بعد بھی بعض علاقوں میں جنگ جاری تھی۔

(کوثر 9 ستمبر 1945)(نقوش رسول نمبر جلد نمبر 4،ص 313)

حضرت اقبال نے سچ فرمایا:

جنگ مومن سنت پیغمبری　　　　جنگ شاہاں فتنہ و غارت گری

جنگ شاہاں اور جنگ مومن میں مقاصد کا تعین:

کوئی بھی کام اچھا یا برا اپنے مقصد کے اعتبار سے ہوا کرتا ہے اگر مقصد اعلیٰ ہوگا

تو کام بھی اعلیٰ ہوگا اور اگر مقصد بُرا ہوگا تو کام بھی بُرا ہوگا۔ مثلاً کسی بستی پر کوئی درندہ حملہ آور ہو کر اہل قریہ کو شدید نقصان پہنچاتا ہے۔ اور یہ اس کا معمول بن گیا یا کچھ ڈاکو کسی بستی پر بار بار حملہ آور ہوتے ہیں ان کے شر سے بستی والوں کی جان، مال اور عزت و آبرو عموماً تلف ہوتی رہتی ہے وہ لوگ نہایت غربت کی وجہ سے ہتھیار خرید کر ان ظالموں کا مقابلہ نہیں کر سکتے ان میں سے ایک شخص اپنا مکان بیچ کر ہتھیار خریدتا ہے اور گاؤں کے نوجوانوں میں بانٹ دیتا ہے تاکہ ظالموں کا مقابلہ کیا جا سکے پھر اگر وہ اہل قریہ کی عزت و ناموس اور جان و مال کی حفاظت کرتا ہوا اپنی جان تک بھی قربان کر دیتا ہے تو اس کا یہ کارنامہ قابل فخر اور جان مال کا جہاد ہوگا کیونکہ اس کا مقصد بہت اعلیٰ ہے کہ اس نے اپنا مال اور جان بندگان خدا کی حفاظت میں خرچ کر دیا اس کے برعکس اگر کوئی دہشت گرد اپنے گینگ کیلئے اسلحہ خریدتا ہے یا دوران واردات مارا جاتا ہے تو اس نے اپنا مال و جان سب کچھ برباد کر لیا دنیا کی نظر میں بھی ذلیل عنداللہ بھی بدترین مجرم ٹھہرا کہ اس کا مقصد بہت برا تھا یعنی تھے دونوں اسلحہ کے خریدار مگر مقاصد الگ الگ تھے اس طرح دنیا داروں کی جنگوں کا مقصد ہوس ملک گیری ہے۔ دولت دنیا کو اکھٹا کرنا اپنی طاقت و عظمت کا اظہار یعنی غرور و تکبر اور مخلوق خدا کی گردنوں کو قابو کر کے ان پر حکمرانی کرنا ہے اس لئے وہ اپنے بُرے مقصد کے حصول کیلئے ہر وہ عمل کر گذرتے ہیں جو بن پڑے۔ اس میں دامن شرافت بھی تار تار ہوتا ہے۔ شرف انسانیت کی دھجیاں بھی اڑتی ہیں گناہ گار کے بدلہ میں بے گناہوں کا بھی قتل عام ہوتا ہے اگر ایسے نہیں تو پھر بتایا جائے کہ ناگاساکی اور ہیروشیما کے باشندوں کا کیا قصور تھا کہ ایٹم بم کی آگ میں ان کو بھون دیا گیا وہاں کی پیدا ہونیوالی آئندہ نسل کو تابکاری اثرات سے اپاہج کر کے کس جرم کی سزا دی گئی۔ عراق و افغانستان کی شہری اور دیہی

آبادیوں پر آتش و بارود کی اندھا دھند بارش اور کیمیائی و جراثیمی ہتھیاروں کا استعمال بھارت، چیچنیا، بوسنیا، کشمیر و فلسطین میں مسلمانوں کو زندہ جلا دینا نہایت بھیانک انداز میں قتل و غارت گری کا بازار گرم کرنے کا کام شرف انسانیت کی کس شق کے تحت کیا گیا؟" اسی کو کہتے ہیں جنگ شاہاں فتنہ و غارت گری" لیکن جہاد اسلامی کا نصب العین اور مقصد بہت بلند و اعلیٰ ہے یعنی اہل ایمان کے نزدیک ہوسِ ملک گیری حد درجہ قابل مذمت ہے کیونکہ پوری کائنات کا مالک صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے البتہ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ کے اعتبار سے وہ اپنے بندوں کو ملکوں کا بادشاہ و سردار بناتا ہے تاکہ وہ اپنی حکمت عملی سے لوگوں کی جان و مال اور دنیا و آخرت کی عزت و ناموس کی حفاظت ظاہری اور باطنی ڈاکوؤں اور درندوں سے کر سکیں ان کے پیش نظر نہ تو دولت کو اکھٹا کرنا ہوتا ہے اور نہ ہی ذاتی جاہ و حشمت ورنہ بیک وقت کئی ممالک کے بلا شرکتِ غیرے فرماں روا حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا لباس کبھی پیوند زدہ نہ ہوتا آپ جو کی سوکھی روٹی کھاتے پانی میں ڈبو ڈبو کر، نمک یا سر کے سے نہ کھاتے۔ ان کا بستر ننگی زمین اور محل ایک ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی نہ ہوتی۔ یہ اس لئے کہ ان کی جنگوں کا مقصد و محور اپنی نہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا تھی۔

سپہ سالاروں اور سپاہیوں کو نصیحت:

اسلامی جہاد کا یہ پہلو نہایت ہی روشن ہے کہ اس میں اس عظیم مقصد کیلئے اصول متعین فرما دیے گئے تاکہ شرف انسانیت کا پرچم بلند رہے۔

صحیح مسلم میں حضرت سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی کسی چھوٹے یا بڑے لشکر پر کسی کو امیر بناتے تو اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھلائی کا خیال رکھنے کی تلقین فرماتے نیز ارشاد

فرماتے ''اللہ کا نام لیکر اللہ کی راہ میں اس کی رضا کیلیئے ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ تعالیٰ سے کفر کرتے ہیں جہاد کرو خبردار خیانت نہ کرو، (کسی سے وعدہ کرو تو) وعدے کی خلاف ورزی نہ کرو۔ مقتولوں کے ہاتھ کان ناک وغیرہ کاٹ کر ان کا حلیہ نہ بگاڑنا، چھوٹے بچوں (اور جنگ نہ کرنے والوں کو) قتل نہ کرنا، جس وقت تمہارا مشرکین سے مقابلہ ہو تو فورا جنگ شروع نہ کرنا بلکہ ان کو تین باتوں کی دعوت دینا اگر وہ مان جائیں تو ان کے ساتھ بالکل لڑائی نہ کرنا (وہ تین باتیں یہ کہ) ان کو کہو اسلام قبول کرلو اگر وہ انکار کردیں تو ان کو کہو کہ وہ جزیہ دیں یعنی تمہاری رعایا بن کر رہیں اور تمہیں نقصان نہ پہنچانے کا وعدہ کریں اگر مان جائیں تو ان سے صلح کرلو لیکن اگر وہ انکار کریں یعنی لڑائی پر آمادہ ہوں تو تم بھی اللہ تعالیٰ کا نام لیکر ان سے لڑائی کرو۔'' (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت انس بن مالک، حضرت رباح بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے جنگ میں عورتوں، بچوں، مردوں، بوڑھوں، عبادت گذاروں کو قتل کرنے سے نیز مثلہ کرنے سے اور نذر آتش کرنے سے منع فرمایا۔ (بخاری، مسلم، ابی داؤد، ابواب الجہاد)

مدارج النبوۃ میں ہے کہ حضرت علی المرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی خاص زرہ اور تلوار عطا فرما کر خیبر کی طرف روانہ کیا تو ان کو فرمایا جنگ میں جلدی نہ کرنا پہلے ان کو دعوت اسلام دینا اور اللہ تعالیٰ کے وہ حقوق جو بندوں پر واجب ہیں وہ ان کو یاد دلانا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر تمہاری کوششوں سے ایک شخص بھی مسلمان ہو گیا تو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک ہزار سرخ اونٹ صدقہ کرنے سے افضل ہے۔ (مدارج جلد ثانی، ص:413)

آپ کی تفریح طبع کے لئے غزوہ خیبر ہی کا ایک واقعہ پیش خدمت ہے پڑھیے اور مسلمانوں کی عظمت کا اندازہ لگایئے ''جب خیبر کی جنگ عروج پر تھی تو ایک حبشی غلام جو کہ ایک یہودی کی بکریوں کا چرواہ تھا۔ یہودی کی ساری بکریاں لیکر بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو گیا۔

اور محاسن اسلام کے بارے میں جان کر مسلمان ہو گیا پھر اس نے پوچھا۔ یارسول اللہ ﷺ اب میں ان بکریوں کا کیا کروں فرمایا ''یہ بکریاں ان کے مالک کو واپس کر کے آ (امانت میں خیانت کی اجازت نہیں) یوں کہ ان کو ہنکا کر قلعہ کے قریب لے جا پھر ان کا رخ قلعہ کی طرف کر کے ایک دو کنکریاں پھینک دینا اللہ تعالیٰ تمہاری طرف سے یہ امانت ادا فرما دے گا اس نو مسلم حبشی نے اسی طرح کیا تو وہ ساری بکریاں معجزانہ طور پر اس یہودی کے گھر پہنچ گئیں'' سبحان اللہ تعالیٰ وبحمدہ یہ ہے جہاد اسلامی کی ایک انفرادی شان کہ جنگ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں بھی امانت کا اس قدر پاس ولحاظ کیا کوئی معاند تاریخ انسانی میں ایسی مثال پیش کر سکتا ہے؟ حالانکہ یہ وہی یہودی ہیں کہ جو مدینہ طیبہ سے خبیث سازشوں اور شرارتوں کی وجہ سے نکالے گئے تھے اور ہر اعتبار سے سزا کے لائق تھے۔

کیا اسلام تلوار سے پھیلا ؟:

یہ سوال بالکل اسی قبیل سے ہے کہ کوئی پوچھے کیا سورج رات کو نکلتا ہے؟ یا کیا کڑاکے کی دھوپ ہی کو شب دیّور کہتے ہیں؟ یاد رکھئے ایمان میں دو محبتیں اساس اور بنیاد ہیں۔ جو فی الحقیقت ایک دوسرے سے لازم وملزوم ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ **وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ** ۔ (البقرہ آیت مبارکہ 165) اور وہ لوگ جو ایمان والے ہیں وہ اپنے رب سے شدید ترین محبت کرتے ہیں۔ صحیح بخاری

کتاب الایمان میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ ۔(صحیح بخاری کتاب الایمان) ''مجھے قسم ہے اس رب ذوالجلال کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے۔تم میں سے اس وقت تک ایک شخص بھی ایمان والانہیں ہوسکتا جب تک اپنے ماں باپ اور اولاد سے بھی بڑھ کر مجھ سے محبت نہ کرے۔دوسری روایت میں ہے سب انسانوں سے بڑھ کر مجھ سے محبت کرے،قرآن کریم سورۃ التوبہ کی آیت مبارکہ:24 میں ہر شے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی محبت کولازم قرار دیا گیا ہے بصورت دیگر وعید سنائی گئی ہے۔

نفسیات (سائیکالوجی Psychologh) کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ محبت تلوار یا بندوق سے پیدانہیں کی جاسکتی کہ کوئی کسی کی کنپٹی پر ریوالور کی نالی رکھ کر کہے کہ کرو محبت ورنہ گولی ماردوں گا اس طرح منافق تو بنائے جاسکتے ہیں (جو اہل ایمان کے نزدیک اعلانیہ کافر سے بدر جہابدتر ہیں) مومن نہیں۔کیونکہ ایمان تو اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ سے انتہادرجہ کی قلبی محبت کا نام ہے۔نہ کہ محض اظہار محبت کا۔سورۃ الحجرات میں اللہ تعالیٰ نے ان دیہاتیوں کا ذکرفرمایا ہے کہ جو مدینہ طیبہ آئے اورلوگوں کی دیکھادیکھی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ ہم بھی مسلمان ہو گئے ہیں ہمیں بھی صاحب ایمان سمجھا جائے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلٰکِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ (49/14) دیہاتی بولے ہم ایمان لے آئے ہیں۔آپ ان کوفرماؤ کہ تم ایمان نہیں لائے ہوالبتہ تم یہ کہو کہ ہم تمہارے مطیع وفرمانبردار ہو گئے ہیں اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔(الحجرات پارہ 26)

معلوم یہ ہوا کہ اطاعت وفرمانبرداری اور بات ہے دولت ایمان اور نعمت ہے۔ زبردستی یا لالچ دے کر کسی کو مطیع وفرمانبردار تو بنایا جاسکتا ہے مومن نہیں۔ کیونکہ ایمان تو ایک مخصوص قلبی کیفیت کا نام ہے آیئے آپ کو بتاتا ہوں کہ یہ کیفیت کس طرح پیدا ہوتی ہے۔

ثمامہ بن اثال کا قبول اسلام:

اہل یمامہ کا سردار ثمامہ بن اثال رسول اللہ ﷺ کے بدترین دشمنوں میں سے ایک تھا یہ رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کی نیت سے آپ ﷺ کے مدمقابل بھی ہوا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے اپنے محبوب ﷺ کو محفوظ فرمالیا۔ اس سانحہ کے چند روز بعد حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے گرفتار کر کے بارگاہ اقدس میں پیش کردیا آپ ﷺ نے اس سے اس کی شرارت کا بدلہ لینے کی بجائے حکم دیا کہ اسے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دو بعدازاں رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس ثمامہ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا تمہارا کیا حال ہے۔ پھر فرمایا:

''دیکھو تم مجھے قتل کرنا چاہتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے تم پر قابو دے دیا اب تم بتاؤ کیا چاہتے ہو'' ثمامہ نے جواباً کہا ''ہاں اے محمد ﷺ تم نے ٹھیک کہا سنو اب اگر تم مجھے قتل کرو گے تو ایک خونخوار شخص (کہ جس نے کئی لوگوں کے خون سے ہاتھ رنگے ہیں بلکہ جو تم کو بھی قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے) کو قتل کرو گے، اگر چھوڑ دو گے تو ایسے شخص کو چھوڑو گے جو احسان کا شکر کرنے والا ہے۔ اگر تم مجھ سے فدیہ میں مال چاہتے ہو تو میں منہ مانگی رقم پیش کرنے کو تیار ہوں رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لے آئے ثمامہ کو اسی طرح بندھا رہنے دیا دوسرے دن رسول اللہ ﷺ پھر اس کے پاس تشریف لے گئے کل کی طرح آج بھی اس سے وہی سوال پوچھا ثمامہ نے بھی وہی جواب دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے تیسرے

دن بھی اس سے حسب سابق سوال کیا تو اس نے پہلے دن والا جواب ہی دہرا دیا اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ قتل ہونا گوارا کرے گا مگر اسلام قبول نہیں کرے گا اس پر رسول اللہ ﷺ نے بغیر کسی شرط کے اسے رہا کرنے کا حکم دے دیا اور فرمایا: ''ثمامہ جاؤ تم آزاد ہو میں نے تمہیں معاف فرما دیا'' ثمامہ وہاں سے چلا گیا اور قریبی باغ میں داخل ہو کر غسل کیا اور اپنے کپڑوں کو پاک وصاف کیا اور واپس بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا اس وقت رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی شریفہ میں تشریف فرما تھے، ثمامہ نے مسجد میں آتے ہی بلند آواز سے کہا ''**اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ**'' پھر کہا اے محمد! (ﷺ) مجھ کو اللہ تعالیٰ کی قسم روئے زمین پر مجھے سب سے زیادہ نفرت آپ سے تھی ۔ میں آپ کا چہرہ بھی نہیں دیکھنا چاہتا تھا، مجھے سب دینوں سے زیادہ آپ کا دین اور سب شہروں سے زیادہ آپ کا شہر برے لگتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم! اب یہ حالت ہے کہ مجھے سب سے زیادہ محبت آپ ہی کی ذات بابرکات سے ہے اور مجھے سب دینوں سے زیادہ آپکا دین اور سب شہروں سے زیادہ آپ کا شہر محبوب ہو گئے ہیں۔

(ملاحظہ ہو: اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ، مدارج النبوۃ، صحیح بخاری، صحیح مسلم)

میخانہ مغرب کے میخوارو! میں تم کو تمہارے رب کی عزت کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں بتاؤ ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کس تلوار سے ڈر کر مسلمان ہوئے، بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب صحابہ میں سے کسی ایک صحابی کے بارے میں ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے کسی دھمکی سے ڈر کر اسلام قبول کیا ہو۔

غیر مسلم رعایا اور مفتوحہ اقوام سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سلوک:

حضور نبی رحمت ﷺ نے جس قدر حسین اور عدل وانصاف سے بھرپور امن

معاشرہ تشکیل دیا اس کی جھلک خلفائے راشدین اور مابعد کے سچے مسلمانوں کے طرزِ عمل سے عیاں ہے۔ بات کو طول دیئے بغیر حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمان برکت نشان کے بعض واقعات بمصداق ''مشت نمونہ از خروارے'' (یعنی غلہ کے انبار سے ایک مٹھی بھر غلّہ) پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

مذہبی آزادی کی شاندار مثال:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور آپ کے زیر کمان دستوں نے جب فسطاط، اسکندریہ، اشمونین، اخیم، بشر دوات، دماط، تونہ، دمیرہ اور مصر کے دیگر تمام نشیبی حصوں کو فتح کرلیا اور ہزاروں کی تعداد میں قبطی اور رومی عیسائی گرفتار ہو گئے تو کمانڈر انچیف حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے قیدیوں کے بارے میں دریافت کیا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا ''ان سب کو بلا کر کہہ دو کہ ان کو اختیار ہے مسلمان ہو جائیں یا اپنے مذہب پر قائم رہیں (ان کو کچھ نہیں کہا جائے گا) اگر یہ اسلام قبول کرلیں گے تو ان کو وہ تمام حقوق حاصل ہونگے جو مسلمانوں کو حاصل ہیں اور اگر یہ اپنے مذہب (عیسائیت) پر قائم رہنا چاہیں تو ان سے وہی جزیہ وصول کیا جائے گا جو دوسرے ذمیوں سے لیا جاتا ہے'' (یعنی ان کے جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت کرنا مسلمانوں کے ذمہ لازم ہوگا)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان تمام قیدیوں کو جو ہزاروں کی تعداد میں تھے یکجا جمع کیا، پھر عیسائیوں کے بڑے سرداروں کو بلایا اور ایک طرف بیٹھنے کا حکم دیا جبکہ دوسری طرف مسلمان بیٹھے تھے اور یہ سارے قیدی درمیان میں بیٹھے تھے اس کام سے فارغ ہو کر سپہ سالار حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلند آواز کے

ساتھ دربارِ خلافت کا پیغام پڑھ کر سنا دیا اور فرمایا: اب تمہاری مرضی ہے جی چاہے تو مسلمان ہو جاؤ اور جس کا جی چاہے اپنے مذہب پر قائم رہے اور عیسائی سرداروں کے پاس چلا جائے (گویا سب قیدی رہا کر دیئے) اس حسن سلوک اور اسلام کے محاسن دیکھ کر بہت سے عیسائی مسلمان ہو گئے اور بہت سے اپنے سابقہ مذہب پر قائم رہے اور مسلمانوں نے ان سے کوئی تعرض نہ کیا، البتہ جب کوئی مسلمان ہونے کا اعلان کرتا تو مسلمان پر جوش انداز میں نعرۂ تکبیر بلند کرتے اور جب کوئی عیسائیت کا اقرار کرتا تو عیسائی سرداروں کے ہاں مبارکباد کا شور اٹھتا اور مسلمان اس قدر غمزدہ ہوتے کہ بعض کے آنسو نکل آتے۔ (تاریخ طبری)

اعتراف حقیقت آنسوؤں کی شکل میں:

۱۴ھ میں عیسائیوں کا مشہور شہر حمص فتح ہوا تو سپہ سالار لشکر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ عرصہ کیلئے وہیں سکونت اختیار فرمائی، ۱۵ھ کو جب ہرقل روم (عیسائیوں کے بادشاہ) نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا تاکہ ان سے حمص واپس لیا جائے تو افسران فوج کے باہمی مشورے پر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوج کو حمص چھوڑ کر دمشق جانے کا حکم دیا تو افسر خزانہ حضرت حبیب بن مسلمہ کو بلا کر فرمایا: عیسائیوں سے جو جزیہ یا خراج لیا جاتا ہے وہ اس معاوضہ میں لیا جاتا ہے کہ ہم ان کو ان کے دشمنوں سے بچا سکیں، لیکن اسوقت ہماری حالت ایسی نازک ہے کہ ہم ان کی حفاظت کا حق ادا نہیں کر سکتے اس لیے ان (عیسائی رعایا) سے جو کچھ بھی وصول ہوا ہے وہ سارے کا سارا ان کو واپس لوٹا دو اور ان سے کہہ دو کہ ان کے ساتھ جو ہمارا تعلق یعنی دوستی کا معاہدہ تھا وہ اب بھی باقی ہے اور رہے گا لیکن چونکہ ہم اس وقت یہاں سے جا رہے ہیں اور تمہاری جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری کا فرض نہیں نبھا سکتے۔ اس لیے جزیہ جو کہ حفاظت کا

معاوضہ ہے تم کو واپس کیا جاتا ہے'' چنانچہ کئی لاکھ کی رقم جو وصول ہوئی تھی وہ ساری کی ساری بغیر کسی کٹوتی کے واپس کردی گئی (حالانکہ ایک طویل عرصہ تک مسلمان فوجی ان کے شہر، گھربار، اور جان ومال کی حفاظت کیلئے پہرہ دیتے رہے تھے اور یہ لوگ سکون کی نیند سویا کرتے تھے) حمص کے عیسائیوں پر اس بے مثال حسن سلوک کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ مسلسل رو رہے تھے اور کہتے جا رہے تھے کہ ''خدا تم کو واپس لائے، خدا تم کو واپس لائے'' یہودی اس سے بھی زیادہ جوش وخروش کا مظاہرہ کررہے تھے انہوں نے علی الاعلان کہا: ''ہم توراۃ کی قسم اٹھا کر عہد کرتے ہیں کہ جب تک ہم زندہ ہیں حمص پر قیصر کا قبضہ نہیں ہونے دینگے بلکہ تم ہی واپس آؤ گے'' پھر انہوں نے شہر پناہ کے دروازے بند کرالیے اور جابجا چوکی پہرہ بٹھادیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا یہ حسن سلوک محض حمص والوں کیلئے ہی نہ تھا بلکہ اسوقت تک جتنے بھی اضلاع فتح ہو چکے تھے اور مسلمان ان اضلاع کی حفاظت کا ذمہ نہیں اٹھا سکتے تھے ان سب اضلاع کے مسلمان آفیسرز کو حکمنامہ جاری کردیا کہ جس قدر بھی جزیہ کی رقم وصول ہو چکی ہے وہ ساری کی ساری واپس کردی جائے گی، چنانچہ سارے کا سارا جزیہ غیر مسلم رعایا کو واپس کردیا گیا۔

(اگر آپ کو ان واقعات کی تفصیل درکار ہو تو ملاحظہ فرمائیں: فتوح البلدان بلاذری ص:۱۳۷، کتاب الخراج قاضی ابو یوسف علیہ الرحمہ ص:۱۸۱، اور فتوح الشام ازدی: ۱۳۸)

غیر مسلموں کی مذہبی آزادی کے معاملات:

مسلمانوں کے مفتوحہ علاقوں میں غیر مسلم رعایا کو مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی وہ اعلانیہ ناقوص بجاتے، صلیب نکالتے اور اپنے مذہبی تہوار مناتے تھے بلکہ اگر میں یہ کہوں عیسائیوں کو عیسائی بادشاہوں سے زیادہ مسلمانوں نے سہولیات دیں تھیں تو یہ بے جا نہ ہو

گا۔جس کی دلیل یہ ہے کہ مصر میں اسکندریہ کا پیٹریارک بنیامین ۱۳ برس تک رومیوں کے ڈر سے دربدر چھپتا پھرتا رہا، لیکن جب ۲۰ھ میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصر فتح کیا تو اس کو امان تحریر فرمادی، چنانچہ وہ نہایت ممنون ہو کر آیا اور اسکی کرسی دوبارہ اسے نصیب ہوئی۔(تاریخ مقریزی، جلداوّل)

علامہ ابی جعفر طبری نے تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ طبری میں مسلمانوں اور کفار کے درمیان ہونے والے کئی معاہدات کا ذکر کیا ہے جن میں سے چند ایک نقل کیے جاتے ہیں تا کہ انصاف پسند ذہنوں پر واضح ہو جائے کہ اہل ایمان کا طرز عمل کس قدر اعلیٰ وارفع ہے۔

اہل ماہین کے لیے معاہدہ:

ایرانی علاقہ نہاوند کی فتح کے بعد حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے ایرانی سردار بہراذان سے منسوب ماہ بہراذان اور حضرت حذیفہ بن یمان نے شاہ دینار سے منسوب علاقہ ماہ دینار والوں کے درمیان جو معاہدہ فرمایا اس کا ترجمہ کچھ یوں بنتا ہے "وہ (یعنی مسلمان حاکم) ان کے مال وجان واراضی کی حفاظت کرنے کا ذمہ قبول کرتے ہیں وہ کسی قوم پر حملہ نہیں کریں گے ان کا مذہب نہیں بدلا جائے گا اور نہ ہی ان کے مذہبی امور میں کسی قسم کی کوئی مداخلت کی جائے گی، مذہبی معاملات میں ان کو مکمل آزادی ہو گی، مسلمانوں پر ان (غیر مسلم رعایا) کی حفاظت کی ذمہ داری اسوقت تک (فرض) رہے گی جب تک وہ (غیر مسلم) سالانہ جزیہ مسلمان حاکم کو ادا کرتے رہیں گے ہر بالغ پر (صرف بالغ) اس کی مالی حیثیت کے مطابق اس کے جان و مال کی حفاظت (کی ذمہ داری کا ٹیکس جزیہ) ہے ان (غیر مسلموں) کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ مسافروں کی راہنمائی کریں گے،

راستوں کو درست رکھیں گے اور اگر کبھی مسلمانوں کی فوج میں سے کوئی ان کے پاس سے گزرے گا تو وہ ایک دن رات تک اسے پناہ دیں گے اور وہ وفادار و خیر خواہ رہیں گے اور اگر انہوں نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا اور معاہدے کی خلاف ورزی کی تو مسلمانوں پر ان کی حفاظت و ذمہ داری کا معاہدہ ختم ہو جائے گا۔ (تاریخ طبری، حصّہ خلافت راشدہ)

اسی قسم کے معاہدات جرجان، آذر بائیجان اور موقان کے ساتھ ہوئے ان میں یہ الفاظ قابل غور ہیں۔

اہل جرجان کے ساتھ معاہدہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا: **لهم الامان علی انفسهم واموالهم وملكهم وشرائعهم ولا يضر من شئ من ذلک ،** ترجمہ: ان کے مال و جان او جائیداد اور ان کی شریعت و مذہب کی حفاظت کی ذمہ داری اٹھاتے ہیں اس میں کسی شے کی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔ (تاریخ طبری۔ص:2658)

اہل آذر بائیجان کے لیے معاہدہ:

الامان علی انفسهم و اموالهم و شرائعهم یعنی ان کے جان و مال اور مذہب و شریعت کی حفاظت کی ذمہ داری (ہم پر لازم) ہے

اہل موقان اور قومس کے ساتھ معاہدہ:

الامان علی اموالهم و انفسهم و ملتهم و شرائعهم یعنی ان کے جان و مال اور ان کے مذہب و ملت اور شریعت کی ذمہ داری (ہم پر لازم) ہے۔ (تاریخ طبری، ص:2662)

خیال رہے کہ اہل موقان کے ساتھ معاہدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت بکیر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جبکہ جرجان، آذر بائیجان اور قومس کے ساتھ معاہدہ میں حضرت سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ افسر مقرر کیے گئے تھے۔

بیت المقدس کا معاہدہ:

بیت المقدس کا معاہدہ جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں لکھا گیا تھا وہ یوں تھا۔

هـذا ما اعطی عبد اللّٰه عمر امیر المؤمنین اهل ایلیا من الامان اعطا هم امانا لانفسهم و اموالهم لکنائسهم و صلبانهم ......الی اخره ....

ترجمہ: یہ وہ امان (اعلان حفاظت) ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندے، اہل ایمان کے امیر حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کی طرف سے ایلیاء والوں کیلئے ہے یہ امان ان کی جان و مال ان کے گرجا گھر، صلیب، ان کے تندرست، بیمار اور ان کے تمام اہل مذہب کیلئے ہے اور یہ اس طرح پر ہے کہ نہ تو ان کے گرجوں میں سکونت اختیار کی جائے گی اور نہ ہی ان کو گرایا جائے گا ان کو یا ان کے احاطوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا اور نہ ہی ان (عیسائیوں) کے مال و اسباب یا صلیبوں میں کمی کی جائے گی اور مذہب کے بارے میں ان کو مکمل طور پر آزادی ہوگی ان میں سے کسی کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ ایلیا میں ان کے ساتھ یہودی رہائش نہیں رکھیں گے (چونکہ عیسائی عقیدے کے مطابق یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بیت المقدس میں صلیب پر چڑھایا تھا اس لیے عیسائیوں کی یہ شرط بھی منظور فرما لی گئی کہ یہودی خاص بیت المقدس میں رہائش نہیں رکھیں گے) ایلیا والوں پر لازم ہوگا کہ وہ دوسرے شہروں کی طرح جزیہ ادا کریں بیت المقدس سے یونانیوں اور چوروں کو باہر نکال دیں ان یونانیوں میں سے جو کوئی اس شہر سے نکلے گا اس کے جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری ہم پر لازم ہوگی یہاں تک کہ وہ پناہ گاہ تک جا پہنچے لیکن جو یونانی صلح کر کے بیت المقدس میں رہنا چاہیں ان کیلئے بھی امن و سلامتی کی ضمانت ہے بشرطیکہ وہ بھی جزیہ ادا کریں اور ایلیا والوں

میں سے جو شخص اپنے جان و مال کے ساتھ یونانیوں کے ہمراہ جانا چاہے ان کے جان و مال، ان کے گرجاؤں اور صلیبوں کی حفاظت کی ذمہ داری بھی ہم مسلمانوں پر ہوگی۔ یہاں تک کہ وہ سب سلامتی کے ساتھ اپنی پناہ گاہ تک جا پہنچیں۔ (معاہدے کے آخری الفاظ یہ تھے)

وعلی ما فی هذا لکتاب عهد الله و ذمة رسوله و ذمة الخلفاء و ذمة المؤمنين اذا اعطوا الذی علیهم من الجزية شهد علی ذلک خالد بن الوليد و عمرو بن العاص و عبد الرحمن بن عوف ومعاوية بن ابی سفيان و کتب وحضر ۱۵ھ

''اور اس تحریر پر اللہ تعالیٰ سے عہد ہے اور رسول اللہ ﷺ اور خلفاء اور ایمان والے ذمہ دار ہیں بشرطیکہ وہ (غیر مسلم) لوگ جزیہ ادا کرتے رہیں اور اس تحریر پر حضرت خالد بن ولید، حضرت عمرو بن العاص، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم گواہ ہیں اور معاہدہ ۱۵ھ میں لکھا گیا''۔ (تاریخ طبری، فتح بیت المقدس)

قارئین کرام! اس معاہدے کی جزئیات پر ذرا غور فرمائیں یہ معاہدہ ایک فاتح قوم (مسلمان) مفتوح قوم (عیسائیوں) سے کر رہی ہے۔ کیا آج تک کسی غیر مسلم فاتح قوم نے ایسا عدیم النظیر عادلانہ معاہدہ کیا ہے اس معاہدے میں مفتوح قوم کے گرجوں، چرچوں، عمارتوں اور جان و مال کی مکمل طور پر حفاظت کا ذمہ قبول کر لیا گیا ہے پھر اس پر طرّہ یہ کہ اگر عیسائی مسلمانوں سے برسر پیکار رومیوں، یونانیوں کے پاس بھی جانا چاہیں تب بھی ان کی جائے پناہ تک پہنچنے تک ان کے جان و مال کے محافظ مسلمان ہونگے بلکہ ان کے دشمن کے ساتھ مل جانے کے باوجود بیت المقدس میں ان کے گرجے اور چرچ بدستور محفوظ رہیں گے اس سے بڑھ کر فیاضانہ سلوک اور کیا ہو سکتا تھا؟

اور یہ بات نہایت قابل غور ہے کہ ذمیوں کے جان و مال کو مسلمانوں کے جان و

مال کے برابر قرار دے دیا گیا اور کوئی اگر مسلمان کسی ذمی کو قتل کر دیتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوراً اس کے بدلے میں مسلمان کو قتل کروا دیتے۔ **الدرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ** میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک عیسائی کو قتل کر دیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ قاتل کو مقتول کے وارثوں کے حوالے کر دیا جائے۔ چنانچہ اس مسلمان قاتل کو مقتول عیسائی کے وارث (کہ جس کا نام حنین تھا) کے حوالے کر دیا گیا اور اس عیسائی نے اس قاتل کو خود اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیا۔ (ملاحظہ ہو الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایہ)

ذمی رعایا کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حفاظت جائیداد کا جو قانون نافذ فرمایا اس کے مطابق جو زمینیں عیسائیوں کے قبضے میں فتح سے پہلے تھیں ان کی حیثیت اسی طرح بحال رکھی گئی۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کے لیے ان زمینوں کا چھیننا تو درکنار رہا خریدنا بھی ناجائز قرار دے دیا گیا۔ خراج اور جزیہ کی وصولی میں سختی کی اجازت نہیں تھی بلکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الخراج میں نقل فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جب عراق سے خراج آتا تو آپ دس اشخاص کوفہ اور دس افراد بصرہ سے طلب فرما کر ان سے چار چار مرتبہ تاکیداً قسم لیتے کہ مالگزاری کے وصول کرنے میں کوئی سختی تو نہیں کی گئی۔ (کتاب الخراج للامام ابو یوسف، ص:65)

مسلم وغیر مسلم میں برابری کا سلوک:

اسلام کے اعلیٰ ترین اصولوں میں عدل و انصاف کا قیام اہم ترین ضابطۂ حیات ہے۔ ہمارے آقا رسول عربی ﷺ تو ہیں ہی رحمۃً للعلمین، وہ تو اپنی جان کے دشمنوں اور اعلانیہ گالیاں بکنے والوں پر بھی کمال درجہ شفقت و عنایت فرماتے تھے، آپ ﷺ نے

اپنے غلاموں (صحابہ کرام علیہم الرضوان) کی تربیت بھی اسی انداز سے فرمائی تھی، صحابہ کرام تو صرف ان کفار سے لڑائی کیا کرتے تھے جو حربی تھے یعنی لڑائی کرنے والے تھے لیکن جو غیر مسلم امن پسند، صلح جو اور ذمّی ہوتے یعنی مسلمانوں کی رعایا ہوتے ان کو مالی معاملات میں مسلمانوں کے برابر بلکہ فیاضانہ سلوک کا مستحق قرار دیا جاتا مثلاً اگر غیر مسلم رعایا سے جزیہ اور عشور وصول کیا جاتا تھا تو مسلمانوں سے زکوٰۃ اور عشور وصول کیا جاتا تھا جس میں زکوٰۃ کی مقدار جزیہ سے کہیں زیادہ ہوتی تھی اور اگر کوئی غیر مسلم فوج میں شامل ہو جاتا یا معاون بنتا تو اس کا جزیہ موقوف کر دیا جاتا بخلاف مسلمانوں کے ان سے ہر حال میں زکوٰۃ وصول کی جاتی. مسلم وغیر مسلم میں سے اگر کوئی ضعیف یا اپاہج ہو جاتا تو بیت المال سے دونوں سے برابر کا سلوک کیا جاتا بلکہ غریبوں کو زیادہ رعایت دی جاتی تھی خلیفہ اول حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حیرہ کو فتح کرنے کے بعد مفتوح قوم یعنی اہلِ حیرہ کے ساتھ جو معاہدہ لکھا تھا وہ یہ ہے۔

وجعلت لهم ايما شيخ ضعف عن العمل او اصابه آفة مِن الافات او كانَ غنيا......الى آخره.

ترجمہ: ......اور میں نے یہ حق دیا ہے ان کو کہ اگر ان میں سے کوئی شخص بوڑھا ہو جائے یا کام کرنے سے معذور ہو جائے یا اس پر کوئی آفت آ جائے یا وہ پہلے دولت مند تھا پھر غریب ہو جائے اور اس وجہ سے اس کے ہم مذہب اسے خیرات دینے لگیں تو اس کا جزیہ موقوف کر دیا جائے گا اور اس کی اور اس کے اہل وعیال کو مسلمانوں کے بیت المال سے نان ونفقہ دیا جائے گا اور یہ اس وقت تک ہوگا جب تک وہ مسلمانوں کے ملک میں رہیں اگر لیکن اگر وہ ہجرت کر کے (اپنی مرضی سے) مسلمانوں کے ملک کے علاوہ کسی اور

ملک میں چلا جائے تو اس کا اور اس کے اہل وعیال کا نفقہ مسلمانوں پر واجب نہ ہوگا۔

(کتاب الخراج۔قاضی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ،ص:85)

حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالی نے اپنے زمانِ برکت نشان میں ایک بوڑھے غیر مسلم کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا تو پوچھا 'تو بھیک کیوں مانگ رہا ہے' اس نے کہا کہ جزیہ ادا کرنے کے لئے کیونکہ میں غریب ہوں اور اس کی طاقت نہیں رکھتا حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ اس کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے اور اپنی طرف سے مقدور بھر نقد عطا فرما کر بیت المال کے داروغہ کو حکم دیا کہ اس قسم کے معذوروں کے لئے بیت المال سے وظیفہ مقرر کر دیا جائے اور اس آیت مبارکہ کو بطور دلیل فرمایا کہ **اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاکِیْن**. یعنی صدقات وخیرات فقراء اور مساکین کے لئے ہیں۔اس میں فقراء سے مراد مسلمان اور مساکین سے دیگر اہلِ کتاب مراد ہیں۔ پھر فرماتے ہیں 'اللہ کی قسم یہ بات انصاف کی نہیں کہ ہم ان لوگوں کی جوانی سے نفع حاصل کریں یعنی جزیہ وصول کریں اور جب یہ بوڑھے ہوجائیں تو ان کو نکال باہر کریں' ایسے کبھی نہ ہوگا۔(کتاب الخراج۔قاضی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ،ص72)

تحفظ عزتِ نفس:

اسلام میں بلاوجہ کسی کی عزتِ نفس کو مجروح کرنے کی ہرگز اجازت نہیں صحیح بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک یہودی نے بارگاہِ رسالتِ مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں شکایت پیش کی کہ ایک مسلمان نے اسے تھپڑ مارا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسلمان کی سرزنش فرمائی تو اس نے عرض کیا کہ یہ مجھے کہہ رہا تھا کہ میرے نبی موسیٰ کلیم اللہ تیرے نبی سے اعلیٰ ہیں اس نے آپ کی شان میں کوئی ایسا جملہ کہہ دیا کہ میں برداشت نہ کرسکا

میں نے اسے تھپڑ مار دیا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بات پر ناراض ہوئے اور فرمایا آئندہ (اس انداز میں) مجھے کلیم اللہ علیہ السلام پر فضیلت نہ دینا۔ (مفہوم حدیث صحیح بخاری شریف)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم غیر مسلم رعایا کی عزتِ نفس کا کس قدر لحاظ رکھتے تھے اس کا اندازہ آپ کو اس واقعہ کو پڑھ کر ہو جائے گا کہ حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ جو کہ زہد وتقویٰ میں ثانی نہ رکھتے تھے جب حمص کے گورنر بنے تو ایک دن کسی قصور کی بنا پر کسی غیر مسلم کے لئے ان کی زبان سے نکل گیا 'اخزاک اللہ' یعنی اللہ تجھے رسوا کرے اس پر ان کو اس قدر ندامت اور افسوس ہوا کہ اسی وقت حمص سے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر گورنری سے استعفیٰ دے دیا اور کہا کہ اس گورنری کی وجہ سے مجھ سے یہ حرکت صادر ہوئی۔ (ازالۃ الخفاء، ص:203)

باغی ذہنوں سے سلوک:

فی زمانہ جن اقوامِ عالم کو تہذیب وتمدن میں ترقی یافتہ ہونے کا دعویٰ ہے۔ غیر تو غیر رہے اپنی ہم مذہب رعایا کے لئے بھی ان کی عنایت صرف اسی وقت تک ہوتی ہے جب انکی جانب سے کسی غداری یا بے وفائی کا شبہ نہ ہو ورنہ تمام لطف وعنایت قہر وغضب میں بدل جاتے ہیں اور ان سے ایسا خوفناک سلوک کیا جاتا ہے کہ انسانیت کا سر شرمندگی سے جھک جاتا ہے۔ بوسنیا، چیچنیا، فلسطین، کشمیر، عراق، افغانستان وغیرہ میں بدترین درندگی اور دہشت گردی ممنوعہ کیمیائی ہتھیاروں کا اندھا دھند استعمال پھر اس پر ضد اور ہٹ دھرمی اس کی زندہ مثالیں ہیں۔

آیئے! دیکھیں ایسے لوگوں سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا رویہ کیسا تھا۔

حضرت سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب ملک شام کا ایک

سرحدی شہر عربسوس جس کی دوسری سرحد ایشیاء کوچک سے ملی ہوئی تھی فتح ہوا اور صلح نامہ کا باہمی معاہدہ ہوا جس میں حسبِ قاعدہ ذمیوں نے مسلمانوں سے غداری نہ کرنے کا وعدہ کر لیا لیکن ان کے سازشی ذہن مسلسل مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیاں کرتے رہے اور در پردہ رومیوں کی جاسوسی بھی کرتے رہے بار بار وارننگ کے باوجود جب یہ لوگ غداری سے باز نہ آئے تو وہاں کے حاکم حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے دربارِ خلافت میں ان کی غداری کی اطلاع دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی اس کمینہ خصلت کا جو انتقام لیا وہ یہ تھا کہ حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو حکمنامہ تحریر فرمایا کی جس قدر ان (غداروں) کی جائیدادیں ہیں ان کی فہرست بناؤ اور ان کی ایک ایک شے کی مارکیٹ ریٹ کے اعتبا سے دوگنی دوگنی قیمت ادا کر کے خرید لو اور ان کو کہو کہ کہیں اور چلے جاؤ لیکن اگر وہ تمہاری یہ بات ماننے کیلئے تیار نہ ہوں تو ان کو ایک سال کی مہلت دے دو اور ان کے جان و مال کی حفاظت کرتے رہو لیکن اگر وہ پھر بھی باز نہ آئیں تو اس کے بعد ان کو جلاوطن کر دو۔ چنانچہ اس حکم کی اسی طرح تعمیل کی گئی۔ (ملاحظہ ہو: فتوح الشام بلاذری، ص157)

جنگ ایک معاشرتی حقیقت:

اس حقیقت سے فرار ممکن نہیں کہ معاشرہ کو درست رکھنے کیلئے جنگ ناگزیر ہے۔ یہ بالکل اس طرح ہے جس طرح انسانی بدن کی نشوونما اور بحالی صحت کیلئے بیماری اور بیماری پیدا کرنے والے جراثیموں کے خلاف جنگ ضروری ہے۔ پھر یہ جنگ خواہ جہالت کے خلاف ہو، عیاشی اور فحاشی کے خلاف ہو، رشوت و حرام خوری جیسے ناسور کے خلاف ہو معاشرتی برائیوں کے خلاف ہو یا جان و مال و عقیدہ کے دشمن کے خلاف۔ جنگ بہر حال جنگ ہے اس کا انداز خواہ کوئی بھی ہو جس طرح امن پسند شہریوں کی حفاظت کیلئے ڈاکوؤں کو سزا دینا

ضروری ہے۔تندرست جسم کی بقا کیلئے عضوخراب کا کاٹ دینا لازمی ہوتا ہے۔اسی طرح ملک وملت کے دشمنوں کے خلاف جنگ کرتے ہوئے خون ریزی کا ہونا یا املاک کا تباہ ہونا تقاضہ فطرت ہے اور اس سے بچنا ممکن ہی نہیں یہ نا قابلِ تردید حقیقت ہے کہ ملت اسلامیہ کے ذمہ دار افراد کو جہاں کہیں ناگزیر وجوہ کی بنا پر جنگ سے دوچار ہونا پڑا انہوں نے ہر ممکن ظلم وتشدد اور بے جا خون ریزی سے مکمل اجتناب برتا۔تاریخ گواہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب مسلمانوں نے بیت المقدس فتح کیا تو کسی شہری کا بال بیکا نہ ہوا تھا اور نہ کسی کے جان ومال وآبرو پر آنچ ،آئی وہی بیت المقدس جب چار سو ساٹھ سال بعد یورپ کے تہذیب یافتہ اور متمدن شہزادوں نے فتح کیا تو ان کے اپنے بیانات کے مطابق شہر بیت المقدس کی گلیوں میں مسلمانوں کے خون سے گھٹنوں گھٹنوں تک دلدل بن چکی تھی اور وہ شہزادے فاتحانہ انداز میں خون کے دریاؤں کو عبور کر کے خدا کے حضور شکر بجالائے کہ انہوں نے مسلمانوں کو بے دریغ قتل کر کے اس کی خوشنودی حاصل کرلی تھی ۔اس اندوہناک واقعہ کے محض چھیانوے برس بعد وہی بیت المقدس ایک مرتبہ پھر مسلمانوں نے فتح کیا سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کی فوج چونکہ مسلمانوں پر مشتمل تھی اس لئے کسی عیسائی کے خون کا ایک قطرہ بھی اس مقدس سرزمین پر نہ گرا مگر وہی بیت المقدس بیسویں صدی کے ترقی یافتہ داعی تہذیب وتمدن اور امن عالم کے ٹھکیدار یہودونصاریٰ نے فتح کیا تو مسلمانوں کے قبلۂ اول کو بھی نظر آتش کر دیا گیا علاوہ ازیں صیہونی ریاست میں اسرائیل کی صورت میں ایک ایسا ناسور پیدا کر دیا جو آج تک خونِ مسلم سے ہولی کھیل رہا ہے اس کا جب جی چاہتا ہے نہتے اور بے گناہ فلسطینی مسلمانوں پر کیمیائی ہتھیاروں اور آتش وبارود کی بارش کر دیتا ہے اس پر اس ناجائز اور خبیث بچے کے محافظ و

سرپرست امریکی ویورپی سربراہان مملکت اسے شاباش دے دیتے ہیں۔

اور پھر یہ بات محض بیت المقدس تک ہی محدود نہیں بلکہ دنیا جہان میں جہاں بھی کوئی شہر یا ملک مسلمانوں نے فتح کیا انہوں نے وہاں کی رعایا کے ساتھ نہایت فیاضانہ سلوک کیا اس کے برعکس جب وہی علاقہ غیر مسلموں نے فتح کیا تو وہاں خونِ مسلم کی ندیاں بہا دیں گئیں اور ان کے املاک کو لوٹا گیا ان کی عزتیں برباد کی گئیں اور بیشتر کو زندہ نذر آتش کر دیا گیا۔ بطور دلیل یہاں اندلس کی بھیانک تاریخ کا ایک خون چکاں ورق پیش کیا جاتا ہے۔

سقوط غرناطہ:

۸۷۰ ہجری میں سلطان حسن تخت شاہی پر بیٹھا تو اس کی بیوی جو کہ اس کے چچا عبداللہ کی بیٹی تھی کے بطن سے اس کے دو بیٹے ابوعبداللہ اور یوسف پیدا ہوئے جبکہ سلطان کی عیسائی لونڈی سے بھی اس کی اولاد تھی ۸۸۶ ہجری میں جب سلطان حسن ایک ظالم و خونخوار عیسائی فرمارواشاہ فرڈیننڈ (کہ جس نے ہزاروں مسلمان خواتین وحضرات بوڑھوں اور بچوں کو نہایت بے دردی سے بلا وجہ ذبح کر دیا تھا) کے ساتھ برسر پیکار تھا اور اسے مسلسل شکست سے دوچار کر رہا تھا عین اس وقت سلطان کی عیسائی لونڈی کی ایک شرارت کی وجہ سے سلطان کے دونوں بیٹوں ابوعبداللہ اور یوسف نے اپنے باپ کے خلاف بغاوت کر دی عیسائی بادشاہ فرڈیننڈ نے مسلمانوں کی اس باہمی خانہ جنگی سے خوب فائدہ اٹھایا اور در پردہ ابوعبداللہ کے ساتھ روابط بڑھا لئے لیکن جب ابوعبداللہ باپ کے ہاتھوں شکست کھا کر بھاگ رہا تھا تو فرڈیننڈ نے اسے گرفتار کر لیا۔ ادھر سلطان حسن نے اولاد کی اس بے وفائی سے دلبرداشتہ ہو کر اپنا تخت حکومت اپنے بھائی عبداللہ (الزغل) کے حوالہ کر دیا ۸۹۰ ہجری میں کیسٹل کے عیسائی بادشاہ فرڈیننڈ نے ایک مرتبہ پھر مسلمانوں پر حملہ کیا کہ

شاید عبداللہ (الزغل) اپنے بھائی کی طرح بہادری سے مقابلہ نہ کر سکے گا مگر فرڈیننڈ کو منہ کی کھانی پڑی جب اسے یقین ہو گیا کہ اس طرح لڑائی میں مسلمانوں کو زیر نہیں کر سکتا تو اس نے ایک چال چلی کہ سلطان حسن کا بیٹا ابو عبداللہ جو کہ اس کی تحویل میں تھا اسے طلب کیا اور بتایا کہ ملک جو تیرے باپ کا تھا تیرے چچا نے چھین لیا ہے میں تیری مدد کرتا ہوں تو اپنے چچا سے اپنے باپ کا ملک چھین لے میں تیرے ساتھ معاہدہ کرتا ہوں کہ جو صوبے تو فتح کرے گا ان پر تیری حکومت ہوگی اور جو علاقے میں فتح کروں گا ان پر میری حکومت ہوگی اس کے علاوہ بہت سے وعدے وعید کر کے چچا کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر لیا۔ ۸۹۲ ہجری میں عبداللہ (الزغل) غرناطہ سے نکل کر مالقہ کی جانب روانہ ہوا کہ جہاں شاہ کیسٹل فرڈیننڈ نے ہزاروں مسلمانوں کا قتل عام شروع کر رکھا تھا وہ ہزاروں کو قتل اور ہزاروں کو اپنا غلام بنا چکا تھا جب ناعاقبت اندیش ابو عبداللہ نے یہ خبر سنی تو فوراً غرناطہ پہنچ کر تخت پر قابض ہو گیا۔ ابو عبداللہ کے چچا عبداللہ الزغل نے غرناطہ کو لوٹنا مناسب نہ سمجھا تا کہ مسلمان کشت خون سے بچ جائیں چنانچہ وہ وادی آش میں مقیم ہو گیا ابو عبداللہ کو امید تھی کہ فرڈیننڈ غرناطہ کے استحکام میں اس کی مدد کرے گا مگر وہ یہ نہ سمجھ سکا کہ یہ اس عیسائی کی ایک نہایت مکارانہ چال تھی وہ مسلمانوں کو باہمی طور پر لڑا کر کمزور کرنا چاہتا تھا جس میں وہ کامیاب ہو چکا تھا فرڈیننڈ نے اس تمام کام کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے غرناطہ پر حملہ کر دیا مسلمانوں نے بے جگری اور بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا یہاں تک کہ فرڈیننڈ کو ایک مرتبہ پھر ذلت آمیز شکست سے دوچار ہونا پڑا 896 ہجری کو فرڈیننڈ اپنی نہایت مکار اور چالاک بیوی ازبلا کی تحریض و ترغیب پر ایک نئی چال چلتے ہوئے غرناطہ کی طرف اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ بڑھا اور غرناطہ کے سامنے ایک نئے شہر کی بنیاد رکھ دی اور اہلِ غرناطہ کیلئے رسد کی

آمدورفت کے راستے بند کردیئے چھ سات ماہ سے محاصرہ میں بند مسلمانوں نے فرڈیننڈ کی فوج پر حملہ کرکے خون کے آخری قطرے تک بہا دینے کا پروگرام بنایا تو ابوعبداللہ نے اس کی اجازت نہ دی بلکہ صلح کا مشورہ دیا اگرچہ غیرت منداور پرجوش سرداروں نے اس کی بات کی مخالفت کی مگر حاشیہ بردار بے غیرت قسم کے ضمیر فروش عمائدین کی وجہ سے صلح کی بات چیت شروع ہوئی اور ایک طویل عہدنامہ مرتب ہوا جس کا تفصیلی ذکر امیر شکیب ارسلان نے اپنی کتاب ''آخری بنی سراج'' میں تفصیل کے ساتھ کیا ہے اس معاہدہ کی پچپن دفعات تھیں اس کی چند دفعات کا خلاصہ یہ ہے۔

''تمام چھوٹے بڑے مسلمانوں کو امن دیا جائے گا ان کے احوال، جاگیریں و جائیدات سب کے سب محفوظ رہیں گے ان کے مذہبی معاملات اوقاف مساجد آباد رہیں گے ان کے مقدمات وخصومات کا فیصلہ مسلمان قاضی یا حاکم کرے گا جو مالِ غنیمت اب تک مسلمانوں کے ہاتھ آچکا ہے ان سے چھینا نہیں جائے گا ایک مقررہ ٹیکس کے علاوہ ان پر مزید کوئی ٹیکس لاگو نہیں ہوگا جو عیسائی مسلمان ہو چکے ہیں ان کو تبدیلیِ مذہب پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی کسی مسلمان کو زبردستی عیسائی بنایا جائے گا اگر کوئی مسلمان افریقہ جانا چاہے تو حکومت اسے اپنے خرچ پر افریقہ بھیجے گی کوئی عیسائی کسی مسلمان کے گھر زبردستی داخل نہ ہوگا اور نہ اس کی دیوار پر چڑھے گا مسلمانوں کو عیسائی فوجیوں کی دعوت پر مجبور نہیں کیا جائے گا مسلمانوں کو اپنا لباس پہننے میں مکمل آزادی ہوگی انہیں عیسائیوں جیسا لباس یا علامت (صلیب وغیرہ) لگانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی کوئی خاص علامت یا وضع اختیار کرنے کا کہا جائے گا کوئی عیسائی کسی مسلمان کا مذاق اڑائے یا اذیت دے تو اس عیسائی کو قرار واقعی سزا دی جائے گی جو مسلمان غلام بھاگ کر غرناطہ آجائے تو اسے مامون

سمجھا جائے گا اس کی قیمت بادشاہ اس غلام کے مالک کو ادا کر دے گا۔

یہ معاہدہ یکم ربیع الاول ۸۹۷ ہجری بمطابق ۳۰ دسمبر ۱۴۹۱ عیسوی کو ہوا، اس پر شاہ فرڈیننڈ ملکہ از بلا شاہی خاندان کے شہزادوں، شہزادیوں، پادریوں، مذہبی پیشواؤں، امراء وزراء، دیگر عمائدین وارا کین سلطنت کے دستخط ثبت تھے اس میں فرڈیننڈ اور اس کی بیوی از بلا نے بطورِ خاص عہد کیا تھا کہ وہ دونوں اس صلح نامہ کے ایک ایک حرف کی پاسداری کریں گے اور جس طرح یہ صلح نامہ خود ان دونوں کیلئے اور ان کے تمام حکام و اعمال اور امراء اعیانِ سلطنت کیلئے واجب العمل ہے اسی طرح ان کے قائم مقام اور ان کی اولا د در اولا د کیلئے بھی یہ بدستور واجب العمل رہے گا اور کوئی بھی اس سے انحراف نہیں کرے گا۔

یہ عہد نامہ تو عوام الناس کے لئے تھا ایک خاص عہد نامہ ابو عبداللہ کے لئے تھا جس کی پوری چودہ دفعات تھیں جن کا خلاصہ یہ تھا۔

کہ شاہ فرڈیننڈ اور ملکہ از بلا نے کچھ علاقے اور شہر جو ابو عبداللہ کو دے دیئے ہیں وہ بدستور اس کے قبضہ میں رہیں گے۔ مزید یہ کہ جب ابو عبداللہ اپنا قلعہ الحمراء ان کے حوالہ کرے گا اس (ابو عبداللہ) کو وہاں کا سکہ رائج الوقت ''پراوید'' ایک کروڑ بیس لاکھ پانچ سو کی رقم ادا کی جائے گی اور جب تک عبداللہ اندلس میں قیام کرے گا اس سے کوئی ٹیکس وصول نہیں کیا جائے گا اگر وہ یہ ملک چھوڑ کر کہیں اور جانا چاہے گا تو اس کی تمام جائیداد مناسب قیمت پر خرید لی جائے گی لیکن اگر وہ جائیداد فروخت نہ کرنا چاہے اور کسی کو اپنا قائم مقام بنانا چاہے تو اس کی بھی اجازت ہوگی اور اس کی آمدنی ابو عبداللہ کو بھیج دی جائے گی بحری سفر کی صورت میں ابو عبداللہ اور اس کے تمام متعلقین کے لئے نشستوں کا انتظام کرنا فرڈیننڈ کی حکومت کی ذمہ داری ہوگی۔

قارئین کرام! ہم نے یہ ساری تفصیل اور عہد نامہ اس لئے درج کیا ہے کہ آپ کو صحیح صورتِ حال کا علم ہو سکے یقیناً آپ عہد نامہ پڑھ کر عش عش کر اٹھیں گے کہ فرڈیننڈ نے بھی بالکل ایسا ہی معاہدہ کیا کہ جیسا مسلمان حکمران کرتے اور نبھاتے رہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ معاہدہ صرف اور صرف مکارانہ چال تھی ایک فریب تھا ایک دھوکہ تھا مقصد تو صرف یہ تھا کہ جو شہر فوجی قوت وسپاہ سے فتح نہ ہو سکا تھا دغابازی اور فریب سے فتح کر لیا جائے۔

ظلم کی آندھی سقوط غرناطہ کے ساتھ ہی اندلس پر مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور ان غریبوں کیلئے ظلم وتشدد کا دروازہ کھل گیا۔ مکار فرڈیننڈ اور سفاک ازبلا نے غرناطہ میں داخل ہو کر پہلا کام یہ کیا کہ غرناطہ کی سب سے بڑی مسجد کو گرجا میں بدل کر وہاں عبادت شکرانہ ادا کی بعد ازاں حکومت نے پوری کوشش کی کہ مسلمان از خود عیسائی مذہب اختیار کر لیں اس لیے سب سے پہلے ان کو ترغیب وتحریص دی گئی لیکن جب خاطر خواہ کامیابی نہ ملی تو جبر وتشدد کا راستہ اختیار کر لیا گیا ملک میں یہ قانون نافذ کر دیا گیا کہ آئندہ کوئی عیسائی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ 1499ء میں شاہی فرمان صادر ہوا کہ سارے مسلمان عیسائی مذہب اختیار کر لیں جو اس بات کا انکار کرے وہ اسپین سے نکل جائے اس حکم کا اثر یہ ہوا کہ بہت سے غریب ونادار جو ہجرت نہیں کر سکتے تھے شاہی عتاب سے بچنے کیلئے بظاہر عیسائی رسوم ادا کرنے لگے لیکن جو ہجرت نہ کر سکے اور عیسائی مذہب بھی اختیار نہ کیا ان پر ظلم وزیادتی شروع ہو گئی ان کے بچوں کو زبردستی بپتسمہ دے دیا گیا۔ 1524ء میں محکمہ تفتیش مذہبی کے فیصلے پر کئی ہزار مسلمانوں کو زندہ جلا دیا گیا۔ فلپ ثانی کے عہد میں لارڈ بشپ کی خواہش پر مسلمانوں کو غسل جنابت سے منع کر دیا گیا مغربی رقص میں ان کی شرکت کو لازمی قرار دینے کے ساتھ ساتھ عربی زبان کا بولنا پڑھنا اور عورتوں کا برقعہ پہننا سب ممنوع قرار دے دیا گیا،

مسلمانوں کو مجبور کر دیا گیا کہ وہ اپنے اسلامی نام تبدیل کر لیں، جن محلّوں، سڑکوں یا جگہوں کے نام عرب سرداروں یا دیگر مسلم عمائدین کے نام سے منسوب تھے سب بدل دیئے گئے۔

"تمدّن عرب" کا مصنف مسٹر موسیو لیبان لکھتا ہے کہ "اندلس کے غریب مسلمانوں پر جو مظالم توڑے گئے دنیا کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی، حالانکہ یہ وہی مسلمان تھے کہ جنھوں نے اپنے اقتدار میں کسی ایک عیسائی پر بھی ظلم وستم نہ کیا اگر وہ یہ راہ اپنا لیتے تو آج پورا جزیرہ نمائے اسپین عیسائیوں کے نام ونشان سے یکسر خالی نظر آتا۔"

پندرہویں صدی کے آخر میں اندلس کے لارڈ بشپ مینڈوڑا کے مرنے کے بعد فرنسکو شیمنس ڈی سیزوز اس عہدے پر مقرر رہوا۔ یہ کس درجے کا متعصب تھا اس کے بارہ میں اس کے ہم مذہب مسٹر اسکاٹ تحریر کرتے ہیں: "اس کو حالات، صحبت اور مخصوص تعلیم نے تنگ دلی، تعصب اور غیر انسانی سلوک کا نمونہ بنا دیا تھا، بردباری یا انسانی ہمدردی سے ناآشنا اور عیاش طبع انسان تھا ملکہ ازبلہ کا منظور نظر اور کئی ناجائز بچوں کا باپ سٹیمنس امور سلطنت میں اس قدر دخیل تھا کہ گویا بادشاہ وہی ہے اندلس کی وسیع زمین مسلمانوں پر تنگ کر دی گئی بے دخل کیے جانے پر بہت سے مسلمان مسجد البسین کے گرد ونواح سے گزر رہے تھے ان میں سے چار ہزار سے زیادہ تعداد کو گرفتار کر کے عیسائی بنا لیا گیا اور مسجد کو گرجا میں تبدیل کر دیا گیا مسٹر سکاٹ نے اس ظالم شخص سٹیمنس کے مظالم کو تفصیل سے ذکر کیا، جن کو پڑھ کر روح انسانیت لرز اٹھتی ہے کہ عیسائیوں کے لارڈ بشپ کو عالم دین تو کجا محض انسان کہنا بھی شاید درست نہ ہو۔

علمی سرمایہ نذرِ آتش اس متعصب شخص نے مسلمانوں کے علمی اور ثقافتی کارناموں کو مٹانے کیلئے غرناطہ کے تمام گھروں کی تلاشی لی، عربی زبان کی جو کتاب اسے جہاں سے ملی

ضبط کرلی گئی، اس طرح تقریباً دس لاکھ کتب جمع ہوگئیں، ان میں خالص سونے چاندی سے مزین جلدوں میں قرآن کریم، احادیث نبویہ، بنوامیہ اور دارالسلطنت قرطبہ کی وہ مایہ ناز، افتخارِ زمانہ کتب کہ جن کو جواہرات کے عوض خریدا گیا تھا ان میں تاریخ، سائنس، فقہ، ادب، فلسفہ، ارضیات، ہیئت، فلکیات، ریاضی، طب اور دیگر بہت سے سائنسی موضوعات پر وہ نادر روزگار کتب تھیں کہ جنکا بدل ممکن نہیں اندلس کے مسلمانوں نے اس موضوع پر بہت کام کیا تھا، علوم وفنون کا یہ بیش بہا خزانہ باب الرحلہ کے چوک میں نذر آتش کردیا گیا۔ مسٹر ایس، پی، سکاٹ اس واقعہ فاجعہ کا تذکرہ کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں۔

''اس وحشیانہ مذہبی جنون سے جو نقصان دنیا کو پہنچا اس کا ادنیٰ اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ دنیا بھر میں ایسا قیمتی ذخیرہ علوم وفنون کہیں بھی نہ ہوگا کہ جس کو سیٹمنس نے اس تاریخی چوک میں خاکِ سیاہ کردیا اس وحشیانہ فعل سے مالی نقصان تو شدید ترین تھا مگر اس کا مہلک اثر جو سوسائٹی پر پڑا، وہ ناقابل بیان ہے اس سے وہ یگانۂ روزگار علمی یادگاریں تباہ ہوگئیں جنکا بدل ناممکن ہے پل بھر میں اس نے صدیوں کا جمع کردہ بیش بہا خزانہ خاکِ سیاہ کردیا جس سے زمانہ حال کے مؤرخ مسلمانان اندلس کی تہذیب کے متعلق ایسے ماخذ پیدا کرسکتے تھے۔ جن کا علمی دنیا میں اب پتہ لگانا بھی ناممکن ہے''

مسٹر ایس پی سکاٹ کا یہ تبصرہ کوئی مسلم دوستی کا ثبوت نہیں بلکہ حق یہی ہے آج یورپ کی ترقی ان ہی کتب کی مرہون منت ہے جو یورپی طلباء وہاں سے اپنے ساتھ لے آئے تھے اور ان میں سے اکثر کتب سے اصل مصنفین کے ناموں کو کھرچ کر انہوں نے اپنے نام لکھ لیے۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ مسلمان سائنس دانوں کے کارنامے بام عروج تک پہنچے ہوئے تھے۔ ابوالقاسم زہراوی کی کتاب التصریف، ماضی قریب تک یورپ کی

میڈیکل یونیورسٹیوں میں سرجری کی ٹیکسٹ بک کے طور پر پڑھائی جاتی رہی ہے۔

مسلمان نذر آتش:

مسٹر ایس پی سکاٹ مزید تحریر کرتے ہیں کہ ''باب الرحلہ کے اسی تاریخی چوک میں جہاں ہزاروں مردانہ کھیل ہوا کرتے تھے اور جہاں لارڈ بشپ شیمنس نے مسلمانوں کے علوم کو نذر آتش کیا تھا وہیں مسلمانوں کو آخری عبادت ''کفارہ'' کرا کے زندہ جلا دیا۔''

خون کی ہولی مغربی مؤرخین و محققین کے مطابق 1499ء میں جبر و تشدد اور ظلم و ستم کا جو عہد شروع ہوا اس میں لاتعداد عرب مسلمانوں کے بچوں کو زبردستی چھین کر عیسائی بنا لیا گیا لوگوں کو عیسائیت پر مجبور کیا گیا جس نے انکار کیا اسے زندہ جلا دیا گیا چونکہ کئی لاکھ انسانوں کو زندہ جلا دینا آسان کام نہیں تھا اس لیے لارڈ بشپ نے حکم دیا کہ جو مسلمان عیسائیت قبول نہ کرے خواہ مرد ہو یا عورت اس کو قتل کر کے سرزمین اندلس کو عرب اور اسلام کے وجود سے پاک کر دیا جائے۔

فرانس کا مشہور انقلابی مصنف مسٹر ولیشر رقم طراز ہے کہ ''جب عربوں نے اسپین فتح کیا۔ انہوں نے یہاں کے ایک عیسائی کو بھی اسلام قبول کرنے پر مجبور نہ کیا لیکن یہ امر نہایت افسوسناک ہے جب عیسائیوں کا اس ملک پر قبضہ ہو گیا تو شیمنس نے تمام مسلمانوں کو عیسائی کر لینا چاہا، اس سلسلہ میں اس نے پچاس ہزار مسلمانوں کو جبری عیسائی بنا لیا حالانکہ وہ صلیب پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔''

1566ء میں حکم جاری ہوا کہ مسلمان عربی زبان کا استعمال (قرآن و حدیث بھی) اور اپنے شعائر (یعنی نماز روزہ وغیرہ) ترک کر دیں اور اپنا لباس بھی نہ پہنیں، 1606ء اعلان عام ہوا کہ مسلمان سرزمین اندلس بالکل خالی کر دیں، چنانچہ محض دو سال کی مدّت

میں تقریباًپانچ ہزار مسلمان اندلس سے ہجرت کر گئے جن میں سے اکثر افریقہ میں اور بعض دیگر ممالک میں جہاں کہیں پناہ ملی چلے گئے ،مغربی مؤرخین کا اندازہ ہے کہ فرڈیننڈ کے غرناطہ پر تسلط سے لیکر آخری حکم جلاوطنی تک اسپین چھوڑنے والے مسلمانوں کی تعداد تیس لاکھ تھی جن میں سے تقریباًبائیس لاکھ مسلمانوں کو اعلانیہ یا دھوکہ سے قتل کر دیا گیا انجام کار اسپین سے مسلمانوں کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا۔(بحوالہ:الاسلام والحضارۃ العربیہ جلد:۱)

کل اور آج بغداد میں چنگیز خان اور ہلاکو خان کی چنگیزیت و ہولناک تباہی ، مسلمانوں کے سروں کے مینار بنانا ان کے خون سے دریا کا سرخ اور کتب خانوں کو دریا برد کرنے کے سبب دریا کا سیاہ ہو جانا قوم بربر کی بربریت کل کی بات تھی ،مگر بتایا جائے کہ آج بھارت میں جنونی ہندوؤں کا مسلمان بستیوں کا نذر آتش کر کے املاک سمیت زندہ مسلمانوں کو جلا دینا، بچ نکلنے والوں کو گولی مار دینا، بوسنیا، سربیا، چیچنیا وغیرہ میں مسلمانوں کا بے دریغ قتل، سینکڑوں عزت مآب مسلم خواتین کو برہنہ کر کے ایک قطار میں کھڑے کرنا پھر ان کے نازک اعضاء کو چھریوں سے کاٹ کر پھینک دینا اور تڑپا تڑپا کر ان کو موت سے ہمکنار کرنا حاملہ خواتین کا چاقوؤں سے پیٹ چاک کر کے شیطانی قہقہے لگانا ،زندہ مسلمانوں کی کھال اتارنا، ہزاروں کی تعداد میں زندہ و مجروح مسلمانوں کو گہری کھائیوں میں ڈال کر بلڈوزروں سے ان کو زندہ در گور کرنا کشمیر و فلسطین میں ہنود و یہود و نصاریٰ کا خواتین کی عزتوں سے کھیلنا، نہتے مسلمانوں پر آتش، بارود اور کیمیائی ہتھیاروں کی بارش برسانا بے گناہوں کا قتل عام ،افغانستان و عراق میں ممنوعہ کیمیائی و جراثیمی اور ایٹمی ہتھیاروں کا اندھا دھند استعمال ،انسانوں کو بھیڑ بکریوں سے بھی بدتر انداز میں کنٹینروں میں بند کر کے ان کنٹینروں کو کئی دن تک دھوپ میں پھینک کر حبس اور بھوک و پیاس سے

تڑپا تڑپا کر ہلاک کرنا، زندہ انسانوں کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ان پر کتے چھوڑنا، ان کو نجاست کھانے پر مجبور کرنا، ان کو اذیت دینے کیلئے ان کی سب سے محترم کتاب کو ٹوائیلٹ پیپر کے طور پر استعمال کرنا، بے گناہوں کو پکڑ کر ان کو آہستہ آہستہ رفتار سے چلتے ٹینکوں کے آگے لٹا دینا تا کہ زیادہ اذیت ناک انداز میں ان کی جان نکلے۔ یہ سب کس مہذب دنیا میں ہو رہا ہے؟ کیا ایسے اخلاق کے حامل خود ساختہ مہذب اور نام نہاد دانشور پڑھے لکھے جاہل اور غیر ذمہ دار سر پھروں کو مہذب اور ترقی یافتہ کہنا درست ہے؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ شیطان کے پجاری تو جنگلی درندوں سے بڑھ کر خونخوار اور خبیث الاصل ہیں۔

خودکش حملے اور جہاد خودکشی اسلام میں بدترین جرم اور حرام ہے ایسے شخص کو شہید کہنا تو درکنار اسے تو حلال کی موت مرنا بھی نہیں کہا جا سکتا۔ خودکش دھماکہ کرنے والا عموماً بے گناہ افراد کا قاتل ٹھہرتا ہے جبکہ بے گناہ کے قتل کی اسلام ہرگز ہرگز اجازت نہیں دیتا، اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: **مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا** (المائدہ:۳۲) جس نے کسی جان کو بغیر دوسری جان کے بدلہ قتل کیا یا زمین میں فساد (مٹانے کے سوا) قتل کیا تو گویا اس نے سارے انسانوں کو قتل کر دیا اور جس کسی نے کسی ایک شخص کی جان کو بچایا گویا اس نے سب انسانوں کو بچا لیا'' یعنی یا تو قاتل کو مقتول کے قتل کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا یا پھر جس شخص کا وجود دوسرے انسانوں کیلئے ناسور ہو اسے قتل کیا جائے گا۔ مثلاً شادی شدہ زانی، مرتد اور باغی، اور یہ قتل عوام نہیں بلکہ عدالت کے قاضی کے فیصلے کے مطابق ہوگا۔ یہی اسلام کا فلسفۂ قتال ہے۔

قرآن کریم میں دوسری جگہ ارشاد گرامی قدر ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا (النساء:۹۳) ''اور جس کسی نے ایمان والے کو قصداً ارادۃً قتل کیا تو ایسے شخص کی سزا جہنم ہے اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا غضب نازل ہوگا اور اس پر (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) لعنت ہے اور اس قاتل کے لیے (اللہ تعالیٰ نے) بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے''۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ سزا اس بدبخت کی ہے جو اس قتل کو جائز سمجھے اور بغیر توبہ کئے مر جائے۔ اور جو جائز نہ سمجھے وہ کافر تو نہ ہوگا البتہ بہت طویل عرصہ جہنم میں رہے گا۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کعبۃ اللہ کا طواف فرما رہے تھے اور فرما رہے تھے: (اے کعبہ!) تو کس قدر پاکیزہ ہے تیری خوشبو کتنی اعلیٰ ہے تو بہت شان وعظمت والا ہے تیری عزت وحرمت بہت عظیم ہے مگر: وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ عِنْدَ اللّٰهِ اَعْظَمُ مِنْ حُرْمَتِكَ مَالَهٗ وَدَمَهٗ ''قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں (مجھ) محمد (ﷺ) کی جان ہے ایک ایمان والے کی عزت وحرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیری عزت و حرمت سے کہیں زیادہ ہے اس کا مال وخون تجھ سے زیادہ عزیز ہے۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الحدود)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا فَاغْتَبَطَ بِقَتْلِهٖ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَّ لَا عَدْلًا ''جس کسی نے کسی ایمان والے کو قتل کیا پھر اس قتل پر اسے ندامت بھی نہ ہوئی (یعنی توبہ نہ کی) اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ شانہٗ اس کے کسی فرض یا نفل (یعنی کسی بھی عبادت) کو قبول نہیں فرمائے گا۔ (ابن ماجہ، الترغیب والترہیب، ص:۲۲۵)

غیر مسلم ذمی کا قتل حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رِيحَهَا يُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا**، ''جس کسی نے کسی معاہد (یعنی جن غیر مسلموں کے ساتھ معاہدہ ہو چکا ہے) کو قتل کردیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا (داخلہ تو در کنار) حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سالہ راہ کی دوری سے بھی سونگھی جا سکے گی۔ (صحیح بخاری، سنن نسائی)

نسائی نے مزید نقل فرمایا: کہ جس نے کسی ذمی (امن پسند) کافر کو قتل کیا (وہ بھی جنت کی خوشبو نہ پائے گا)۔

امام احمد اور بزّار کی روایت کے مطابق جہنّم سے ایک گردن نکلے گی جس کی آنکھیں اور زبان ہوگی۔ وہ مشرک، ظالم وسرکش اور جس نے بے قصور کو (خواہ وہ مسلم تھا یا غیر مسلم) قتل کردیا باقی لوگوں سے پانچ سو سال قبل ہی آگ کی لپیٹ میں لپیٹ لے گی۔ (مفہوم حدیث از الترغیب والترہیب، کتاب الحدود)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی معاہد کو قتل کیا اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام فرمادے گا۔ (رواہ ابوداؤد، نسائی)

سنن نسائی میں یہ بھی ہے کہ جس نے ذمیوں میں سے کسی آدمی کو قتل کیا وہ جنت (میں جانا تو ایک طرف اس کی) ہوا بھی نہیں پائے گا حالانکہ جنت کی ہوا سو برس کی مسافت سے بھی پائی جائے گی۔

قتل کی ترغیب دینے والے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے کسی مسلمان کے قتل پر (قاتل کی) آدھے لفظ کے ساتھ بھی مدد کی وہ اللہ تعالیٰ

سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا:

اٰیِس مِّنْ رَّحْمَةِ اللہ ، یہ بدبخت اللہ کی رحمت سے محروم ہے۔(سنن ابن ماجہ)

اصفہانی کی روایت میں یہ وضاحت سفیان بن عیینہ سے منقول ہے کہ وہ پورا لفظ ''اُقتل''، یعنی تو قتل کردے کی بجائے صرف لفظ ''اق'' کہے (یہ وعید اس کے لیے ہے، تو غور کرو قاتل یا اس کے معاون کا کیا حال ہوگا)

خودکشی (خودکو ہلاک کرنا)

خودکشی یعنی خودکو جان بوجھ کر ہلاکت میں ڈالنا سخت حرام ہے اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ شانہٗ فرماتا ہے ''وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَةِ'' (۲:۱۹۵) ترجمہ: ''خود اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو'' ایک ایمان والے کی جان اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت ہی محترم ومعزز ہے جیسا کہ ہم قبل ازیں اختصاراً نقل کرآئے ہیں۔اسی لیے حکم ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے حضور اس قدر عزت والی ہے اسے برباد نہ کرو کہ یہ کفران نعمت اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا باعث ہے۔اس موضوع پر چندایک احادیث مبارکہ نقل کی جاتی ہیں:

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے پہاڑ پر سے گرا کر اپنے آپ کو قتل کرلیا وہ ہمیشہ جہنّم کی آگ میں گرتا رہے گا اور ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہے گا جس نے زہر پی کر خودکشی کی تو زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا وہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں زہر پیتا رہے گا اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور جس کسی نے تیز دھار آلے سے اپنی جان کو قتل کیا وہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں اپنے آپ کو اسی آلے سے قتل کرتا رہے گا یہ آلہ اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

(صحیح بخاری، صحیح مسلم، رقم الحدیث:۳۰۰، نسائی، ترمذی، ابوداؤد)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنا گلا گھونٹ کر مر گیا وہ جہنم میں اپنا گلا گھونٹتا رہے گا۔ جس نے خود کو نیزے سے مار لیا وہ جہنم میں بھی اپنے آپ کو نیزے مارتا رہے گا اور جس نے بلندی سے گر کر جان دی وہ جہنم میں بلندی سے گرایا جاتا رہے گا۔ (صحیح بخاری)

☆......حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جندب بن عبداللہ کے حوالے سے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے خبر دی: ایک شخص کو زخم تھا اس نے (درد کی شدّت سے تنگ آ کر) خودکشی کر لی اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بَدَرَعَبْدِیْ بِنَفْسِهٖ فَحَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّة، میرے اس بندے نے اپنی جان لینے میں جلد بازی سے کام لیا اس لیے میں نے اس پر جنت حرام فرما دی۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الحدود)

صحیح بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی میں مذکورہ بالا روایات سے ملتی جلتی بہت سی احادیث مروی ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے خودکشی کرنے والا بدترین جرم کا ارتکاب کرتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر سخت ناراض ہے اور جہنم میں اسی انداز میں اسے سزا ملتی رہے گی جس انداز سے اس نے خودکشی کی ہوگی۔ لامحالہ خودکش دھماکہ کرنے والے خودکشی کے مجرم کے بدن پر جہنم میں بارود باندھا جاتا رہے گا، دھماکہ ہوتا رہے گا اس کے جسم کے پرخچے اڑتے رہیں گے اس کے جلے سڑے بدن کے قیمہ قیمہ گوشت اور ریزہ ریزہ ہڈیاں جمع ہو کر بدن بنتا رہے گا اور دھماکہ سے اڑتا رہے گا۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)

قول فیصل کوئی بھی غیر جانبدار انصاف پسند شخص خواہ اس کا تعلق دنیا کے کسی بھی مذہب کے ساتھ کیوں نہ ہو اگر اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت وتعلیمات کا مطالعہ کرتا ہے تو یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ پوری کائنات ہستی میں صرف یہی ایک ایسا دین ہے جو صحیح

معنوں میں دین فطرت ہے اور پوری نوع بشر میں حضور امام الانبیاء ﷺ سے بڑھ کر کامل ترین انسان نہ ہی آج تک پیدا ہوا ہے اور نہ ہی آئندہ ممکن ہے۔ گویا ع

لا یمکن الثناء کما کان حقہ　　　　بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

غیر مسلم دانشوروں کے اقوال:

اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے بلکہ لکھا گیا اور لکھا جاتا رہے گا اس بندۂ ناچیز نے اپنی تالیف کردہ کتاب ''سیرت امام الانبیاء ﷺ قرآن و بائبل کی روشنی میں'' سابقہ کتب، توراۃ، زبور، انجیل اور صحائف انبیاء کے ساتھ تقریباً ترانوے (93) غیر مسلم دانشوروں کے اقوال بھی نقل کئے ہیں جن کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ محمد ﷺ حقیقی معنوں میں محمّد ﷺ ہیں (یاد رہے کہ لفظ محمد کا لفظی و لغوی معنی ہے'' اَلَّذِیْ یُحْمَدُ حَمْدًا بَعْدَ حَمْدٍ'''' یعنی ایسی شخصیت جس کی مسلسل تعریف پر تعریف ہوتی ہے جس کی خوبیوں کا چرچا کبھی کم نہ ہو جو ہر اعتبار سے بے عیب ہو۔ ایسی جامع ترین شخصیت کو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا جاتا ہے۔ اس جگہ صرف چند ایک حوالہ جات پیش کیے جاتے ہیں۔

خلاصہ تاریخ عرب کے مؤلف فرانسیسی دانشور پروفیسر موسیوسڈیو (Mosio Seddio) رقمطراز ہیں۔

'' آپ ﷺ خوش اخلاق ملنسار، خاموش الطبع، خدا کو کثرت سے یاد کرنے والے، لغویات و بے ہودہ گوئی سے سخت نفرت کرنے والے، افضل ترین رائے اور بہترین عقل والے تھے۔

پروفیسر موسیو کئی صفحات میں حضور نبی کریم ﷺ کی صفات حمیدہ کا ذکر کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں'' اسلام بے شمار خوبیوں کا مجموعہ ہے جو لوگ اسلام کو ایک وحشیانہ

مذہب خیال کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ ہم بدلائل دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں آداب واصول حکمت وفلسفہ موجود ہیں۔'' (سیرت امام الانبیاء،ص:۳۳۷)

پروفیسر اڈوائر مونتے (Advior Montae) اپنی کتاب ''اشاعت مذہب عیسوی اوراس کے مخالف مسلمان'' میں اس ناقابل تردید حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے نقل کرتے ہیں کہ ''محمد ﷺ کا تمام مذہب ایسے اصولوں کا مجموعہ ہے جو معقولیت کے امور مسلمہ پر مبنی ہے اور (قرآن) یہ وہ کتاب ہے جس میں مسئلہ توحید ایسی پاکیزگی اورجلال وجبروت اورایسے کامل یقین کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اسلام کے سوا کسی اور مذہب میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے'' (سیرت امام الانبیاء:۳۳۸)

مسٹر رابرٹ۔ایل۔گلک (Robert.L.Glick) نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے اس انداز سے کہا ''مغربی مصنف یہ کہتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے اور وہ عرب کی تصویر بناتے ہوئے اس کے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار دکھاتے ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ ان کے فہم کا قصور ہے کیونکہ اس معاملے میں مجرم مسلمان نہیں بلکہ عیسائی ہیں کیونکہ انہوں نے چین میں بیس لاکھ مسلمانوں کو موت کی دھمکی دیکر عیسائی بنالیا تھا اپنے اس دعوے کو ثابت کرنے کے لیے ایک اور مصنف کی تحریر پیش کرتا ہوں: یہ کہنا کہ مسلمانوں کی دیگر غیر مسلموں کے خلاف جنگیں مذہبی تھیں اور دوسرے مذہب کو دبانے کے لیے تھیں خارج از بحث ہے کیونکہ یہ بات مادی اور سیاسی دلائل سے ثابت نہیں کی جاسکتی'' (سیرت امام الانبیاء:۳۳۸)

میجر آرتھر کلائن لیونارڈ نے اپنی تحریر کردہ کتاب ''اسلام کا روحانی اور اخلاقی پایہ'' میں لکھا ہے۔

''اگر کسی شخص نے (صحیح معنوں میں) خدا کو پایا ہے اور اگر اس نے ایک نیک

اچھے اور عظیم مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنی زندگی کو نثار کیا ہے تو یقین جانیے کہ وہ شخص صرف حضرت محمد (ﷺ) ہی ہو سکتے ہیں۔ میجر آرتھر کلائن آگے جا کر تحریر کرتے ہیں ''بہر حال تحقیق کرنے والا یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوگا کہ اسلام ایک ایسا عظیم اور سچا مذہب ہے کہ جو اپنے ماننے والوں کو انسانی اندھیروں اور گمراہیوں سے نکال کر روشنی اور سچائی کی بلندیوں تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے''۔ (سیرت امام الانبیاء:۳۳۹)

جارج برناڈ شا ایک بین الاقوامی شہرت یافتہ دانشور مؤلف ہیں وہ اسی مذکورہ بالا حقیقت کا اظہار کرتے ہیں ''از منہ وُسطیٰ میں عیسائی راہبوں نے جہالت اور تعصب کی وجہ سے مذہب اسلام کی بڑی بھیانک تصویر پیش کی ہے بات یہیں ختم نہیں ہوجاتی بلکہ انہوں نے تو حضرت محمد (ﷺ) کے مذہب کے خلاف باضابطہ تحریک چلائی انہوں نے (حضرت) محمد (ﷺ) کو اچھے الفاظ میں یاد نہیں کیا۔ میں نے ان باتوں کا بغور مطالعہ اور مشاہدہ کیا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ ایک عظیم ترین ہستی اور صحیح معنوں میں انسانیت کے نجات دھندہ ہیں''۔ (سیرت امام الانبیاء:۳۴۲)

ڈاکٹر گبن (Docter Gobbin) اپنی کتاب ''انحطاط و زوال سلطنتِ روما'' میں رقم طراز ہیں: قرآن کی نسبت بحر اٹلانٹک سے لیکر دریائے گنگا تک نے تسلیم کر لیا ہے کہ وہ ایک واضح راستہ ہے اور ایسے دانشمندانہ اصول اور عظیم الشان قانونی انداز میں مرتب شدہ ہے کہ اس کی نظیر پوری کائنات میں کہیں نہیں مل سکتی''۔ (سیرت امام الانبیاء:۳۴۵)

مسٹر مارما ڈیوک پکتھال (Mr.Marma Duke Pickthal) ایک نہایت مشہور برطانوی سکالر ہیں انہوں نے اپنی کتاب ''اسلام اینڈ ماڈرن ازم'' میں اسلام کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے تحریر کیا ''وہ قوانین جو قرآن مجید میں درج ہیں اور پیغمبر اسلام (ﷺ) نے سکھائے (حقیقت میں) صرف وہی اخلاقی قوانین کا کام دے

سکتے ہیں اوراس کتاب کی سی کوئی کتاب صفحۂ عالم پر موجودنہیں۔ (سیرت امام الانبیاء:۳۴۵)

منہ بولتے حقائق محترم قارئین کرام! بحمداللہ تعالیٰ اس مختصرسی گفتگو سے حق آفتاب نصف النہار سے بھی زیادہ روشن وتاباں ہوگیااب بھی اگرکوئی گمراہی کے اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتا رہےتو اس کے مقدر کی بات ہے۔راہ ہدایت دکھانا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ چاہےتو خود پرورش کرنے والافرعون معجزات موسیٰ دیکھ کرایمان نہ لائے لیکن اگروہ کرم فرمانے پرآجائےتو مقابلہ کرنے والے جادوگرخلعتِ ایمان سے سرفراز فرمادیئے جاتے ہیں۔بہت سے کافر آسمان کی سطح پر چاندکودوٹکڑے ہوتا دیکھ کرسورج کو واپس پلٹتا دیکھ کربھی ایمان نہ لائے اور بہت سے خوش نصیب ایسے ہیں کہ انہوں نے اپنے نبی (ﷺ) کی زیارت بھی نہ کی مگروہ دولت ایمان سے مالا مال ہیں۔

بہرحال ہم مسلمان یہ واضح کردینا چاہتے ہیں کہ جہادایک اہم ترین فرض ہے اس کی فرضیت کا منکر کافر ہےاس کوکبھی بھی منسوخ نہیں کیا جاسکتا اس کی بہت سی اقسام ہیں۔جیسا کہ قبل ازیں عرض کیا جاچکا ہے مثلاً جہاد بالعلم، جہاد بالقلم، وغیرہ وغیرہ جبکہ قتال بھی جہادکی ایک اعلیٰ ترین قسم ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں اس کی رضا کی خاطراپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے والا حیات جاودانی پاجا تا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

''وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَات بَلْ اَحْیَآء وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْن''

''اور جولوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کردیئے گئے ان کومردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن (ان کی زندگی کا) تم کوشعورنہیں ہے'' سورۂ آل عمران میں ہے''وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآء عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ ۔(سورۂ آل عمران:۱۶۹)

''اورتم گمان بھی نہ کروان لوگوں کے بارے میں جن کواللہ تعالیٰ کی راہ میں

قتل کیا گیا ہے کہ وہ مردہ ہیں (نہیں) بلکہ وہ تو زندہ ہیں اور ان کو ان کے رب کے حضور رزق دیا جاتا ہے''۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کیلئے اس کی راہ میں جان قربان کر دینا انبیاء وصدیقین کے بعد سب سے بڑا درجہ ہے جس مسلمان کے دل میں جذبۂ جہاد نہیں اس کا ایمان ہی کامل نہیں لیکن جہاد کے اصول وقوانین وہی ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ شانہٗ اور اس کے رسول محتشم رحمت عالم ﷺ کے وضع فرمودہ ہیں جن پر حضرات خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل فرمایا وہ یہ نہیں کہ جس کا جی چاہے چند سر پھروں کو ساتھ لے کر خودکش دھماکے کرتا پھرے اور نام اس کا جہاد رکھ لے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ شانہٗ ہم سب کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق وہمت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَالصَّلٰوۃ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّکَ مُحَمَّد (ﷺ) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنْتَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَد . اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّ اِیْمَانًا کَامِلًاوَّ حَیَاۃً طَیِّبَۃً وَّرِزْقًا حَلَالًا وَّ وَاسِعًا وَّشِفَاءً مِنْ کُلِّ دَاءٍ وَّ شَھَادۃ فِیْ سَبِیْلِکَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ ﷺ وعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنo

محتاجِ رحمت

سید محمد سعید الحسن عفی عنہٗ

ماہِ رمضان المبارک 1429ھ